ایک عظیم الشان تماشگاہ ہے اور وہ آنکھ جو کہ نہایت تعمق سے دیکھنے والی ہے وہ بھی ان خطرات سے محفوظ نہیں رہ سکتی جو کہ اس راستے کے مسافروں کی راہ میں سدراہ ہوتے ہیں جو کہ رب العالمین کی درگاہ عالی کی طرف جاتا ہے اس لیئے فرمایا ایاك نستعین یعنی ایسی عبادت کے راستہ میں جو مشکلات آتے ہیں ان سے پار ہونے کے لیئے ہم تجھی سے مدد چاہتے ہیں اسکے جواب میں جو طریق عبادت کا پاک مذہب اسلام نے سکھلایا ہے۔ کوئی دوسرا مذہب اس میں اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ ہر روز پانچ دفعہ ہر ایک سچا مسلمان اپنے آپ کو دنیا اور اس کے تعلقات سے علیحدہ کرتا اور پوری محبت اور اخلاص سے اپنے خدا رب العالمین کے حضور حاضر ہوتا ہے۔ اس وقت اسکی آنکھیں اس جہان سے بند ہو جاتی ہیں اور اسکی روح خدائے تعالیٰ سے گویا ہمکلام ہوتی ہے۔ اور اسکو ایک نئی اور تازہ زندگی عطا ہوتی ہے۔ اور تازہ جوش اور اخلاص سے جو خدائے تعالیٰ اسکو عطا فرماتا ہے۔ وہ پھر دنیا کی طرف لوٹتا ہے تا وہ تمام ان مشکلات کا جو کہ اس کے حصول مقصد میں سدراہ ہوتی ہیں مقابلہ کرے۔ مگر پھر جب دنیا کی آلائشیں اور بداثرات اسپر اپنا بوجھ ڈالتے ہیں۔ تو مسافر راہ خدا اسی ربانی محبت کی پناہ لیتا ہے اور پھر خدائے تعالیٰ کی محبت کے چشمے سے پانی پیتا ہے۔ یہ سلسلہ جاری رہتا ہے۔ حتیٰ کہ خدا کی راہ میں قدم مارنے والا انسان موت کے دروازے سے گذر کر اپنے آپ کو خدائے تعالیٰ کی گود میں ڈالدیتا اور ابدی راحت اور فرحت کا مالک ہو جاتا ہے۔ مگر کچھ دیر کے لیئے اصل مقصد سے علیحدہ ہو کر میں پوچھتا ہوں۔ کہ اس مسافر فی سبیل اللہ کے لیئے عیسائیت نے کیا انتظام کیا ہے۔ پورا ایک ہفتہ گذرتا ہے۔ کہ گرجے کا گھنٹہ اس مسافر کو خدا کی یاد کی طرف بلاتا ہے۔ بیچارا غریب انسان اس آواز کو سنتا ہے۔ مگر وائے افسوس وہ اس آواز کو نہیں پہچان سکتا۔ اس لیئے کہ سات دن تک اس کے کان اس آواز سے بالکل ناآشنا تھے۔ اور ان سات دنوں میں وہ پورے طور سے دنیا اور اسکی آلائشوں میں پھنس چکا تھا۔ اور اس قیدخانے کی دیواریں اس کے لیئے بہت اونچی ہو چکی ہوئی تھیں۔ اور وہ بھول چکا ہوا تھا۔ کہ کہاں سے وہ آیا۔ اور کدھر کو اس نے جانا ہے۔ مگر ایک مسلمان کے کان میں ہر روز

پانچ دفعہ یہ آواز پڑتی ہے اور اس کو یاد دلاتی ہے۔ کہ ایک خدا اس کے اوپر ہے جس کی فرمانبرداری اسپر لازم ہے اور جس سے محبت کرنا اس کی نجات کا باعث ہے ؎

اگلی آیت شریفہ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ہے یعنی اے خدا ہم کو سیدھا راستہ دکھلا۔ اھد کے معنی راستہ دکھلانے اور اسپر قائم رکھنے اور منزل مقصود تک پہنچانے کے ہیں۔ اور چونکہ اسلام روحانی ترقیات کو محدود نہیں کرتا۔ بلکہ اعلیٰ سے اعلیٰ کمالات پانے والا انسان اصول اسلام کے مطابق ابھی اور ترقی کر سکتا ہے۔ اس لیئے اھدنا الصراط المستقیم جامع دعا کہلائی۔ جس سے ایک گمراہ اور ہدایت یافتہ دونوں فائدہ اُٹھا سکتے ہیں۔ بڑے سے بڑا نبی بھی اس دعا کا محتاج ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے قرب کی راہیں غیر محدود ہیں۔ نیز اس دعا میں کسی خاص چیز کا نام نہیں لیا گیا۔ بلکہ عام لفظ رکھے ہیں۔ اس لیئے ہر دینی اور دنیوی ضرورت کے پورا کرنے کے لیئے یہ دعا کارآمد ہے ؎

لفظ مستقیم بھی اپنی ٹھیک جگہ پہ رکھا گیا ہے۔ اور یہ سیدھا ہونیکے مفہوم کو ظاہر کرتا ہے۔ اور سیدھا خط باقی سب خطوں سے چھوٹا ہوتا ہے۔ پس ایک مسلمان اپنے حصول مقصد کے لیئے سب سے چھوٹے راستے اور بہترین ذرائع کے بہم پہنچنے کی دعا کرتا ہے۔ سب سے آخری آیت صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ .... وَلَا الضَّالِّیْنَ ہے۔ راستہ ان لوگوں کا جنپر تیرے انعام واکرام ہوئے جنپر تیرا غضب نازل نہیں ہوا اور نہ جو گمراہ ہوئے۔ دوسری جگہ قرآن کریم بتفصیل منعم علیہ گروہ کا بیان کرتا ہے۔ یعنی منعم علیہ گروہ میں نبی۔ صدیق۔ شہید۔ صالح لوگ شامل ہیں۔

پس جب ایک مسلم منعم علیہ گروہ میں شامل ہونے کی دعا کرتا ہے۔ تو اس کے سامنے ایک ایسا مقصد ہوتا ہے جس سے بڑا مدعا و مقصد ممکن نہیں۔ مگر یہاں ایک احتیاط کو ملحوظ رکھنا چاہیئے۔ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے۔ کہ ایک عاشق اپنے معشوق کی محبت اور رضامندی کو حاصل کر لیتا ہے۔ مگر اتفاقاً کوئی ایسی بات پیش آجاتی ہے۔ کہ تمام وہ کامیابی جو کہ اسکو اپنے معشوق کی محبت اور رضامندی کی صورت میں حاصل ہوئی تھی خاک میں ملجاتی

ہے۔ اور یہ دو طرح سے ہوتا ہے۔ یا تو کوئی ایسی حرکت اس سے سرزد ہو جاتی ہے۔ کہ اس کا محبوب و معشوق اس سے ناراض ہو جاتا ہے اور منظور نظر ہونیکی بجائے وہ مورد قہر و غضب ہو جاتا ہے۔ اور یا یہ کہ بعض دفعہ عاشق ہی اپنے عشق کو ترک کر کے علیحدہ ہو جاتا ہے۔ اسلیئے ان دونوں صورتوں کے بچاؤ کیلیئے خدائے تعالیٰ نے غیر المغضوب علیہم ولا الضالین سکھلایا یعنی اے خدا ایسا نہ ہو۔ کہ آپ مجھ سے کسی میری غلطی کے باعث ناراض ہو جاویں یا یہ کہ منزل مقصود پر پہنچکر میرے ہی دل میں آپکے سوا کسی اور شئے کی محبت پیدا ہو جاوے۔ اور میں آپ کو چھوڑ کر کسی اور طرف چلا جاؤں ⁂

احادیث سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ مغضوب علیہم سے اوّل مراد یہودی ہیں جنپر خدائے تعالیٰ نے اپنے بڑے بڑے افضال و اکرام کیئے۔ مگر وہ اپنی متواتر شرارتوں اور خباثتوں اور زیادتیوں کی وجہ سے مورد غضب الٰہی ہوئے۔ آیات اللہ کی تکذیب اور انبیاء اللہ کی مخالفت اور خصوصاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر بے جا حملے کر کے خدا کے غضب کو اپنے اوپر لیا۔ اور اسی طرح الضالین سے مراد عیسائی ہیں۔ جنہوں نے عیسیٰ مسیح کی تعلیم کو پس پشت ڈالدیا اور بجائے ایک واحد قابل محبت خدا کے ساتھ محبت کرنیکے وہ عیسیٰ علیہ السلام سے بیجا محبت کرنے لگ گئے اور ان کو خدا بنا دیا ⁂

اس سورۃ کی آخری آیت چونکہ ایک عظیم الشان پیشگوئی پر مشتمل ہے اس لیئے خاص توجہ کے قابل ہے۔ ہر ایک مسلمان کا فرض رکھا گیا ہے۔ کہ وہ خدائے تعالیٰ سے دعا کرے۔ کہ اسکو یہودی اور عیسائی ہونے سے بچائے۔ حالانکہ یہ سورۃ پہلے مکّہ میں نازل ہوئی تھی۔ جہاں اسلام کے دشمن مشرکین مکّہ ہی تھے اور ابھی عیسائیوں اور یہودیوں سے مسلمانوں کو واسطہ نہیں پڑا تھا۔ لہٰذا یہ آیت ایک مستقبل زمانے کا پتہ دیتی ہے۔ کہ جسوقت مسلمانوں کے یہودی اور عیسائی بن جانیکا خطرہ ہو گا تبھی تو یہودی اور عیسائی بننے سے بچنے کی دعا سکھلائی (اگر یہ انسانی کلام ہوتا۔ تو اس میں شرک سے بچنے کی دعا سکھائی جاتی۔ مگر ایسا نہیں ہوا) پس یہ دعا ایک مسیح کی آمد کی بھی خبر

دیتی ہے۔ جسکے انکار سے مسلمانوں نے یہودی ہوجانا تھا۔ اور جس کی آمد کے وقت عیسائیت کا پورا غلبہ ہونا تھا۔ وہ مسیح جس کی طرف یہ آیت اشارہ کرتی ہے ظاہر ہوچکا ہے اُس کا نام میرزا غلام احمد (علیہ البرکات والصلوٰۃ) ہے جو کہ قادیان۔ (پنجاب) میں پیدا ہوئے ؎

اس سورۃ پر نظر غائر ڈالنے سے ایک اور لطیف خوبی کا پتہ چلتا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ نے اس سورۃ کی ترتیب و ترکیب میں رکھی ہے۔ اور وہ یہ کہ صفات الٰہیہ اور دعاؤں کے بیان ایک دوسرے کے مقابل ہیں۔ اس طرح پر کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ کے مقابلہ میں اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ۔ الرَّحْمٰنِ کے مقابلہ میں اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۔ الرَّحِيْمِ کے مقابلہ میں صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ۔ پھر مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ کے مقابلہ میں غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ۔ ان میں تعلق ایسا بدیہی اور ظاہر ہے۔ کہ اس کی تفصیل اور تشریح کی ضرورت نہیں۔ اور ہر ایک انسان ذرا غور کے ساتھ اس ترتیب اور تعلق کو سمجھ سکتا ہے۔ یہ وہ مختصر سی دعا ہے۔ جو کہ اسلام کے خدا نے مسلمانوں کو سکھلائی ہے؎

پیارے ناظرین اس دعا کا عیسائیوں کی آسمانی دعا سے مقابلہ کرو۔ "اے خدا ہمیں آج کی روٹی آج دے" اور پھر انصاف سے کہو۔ کہ وہ سلوک جو کہ عیسائی پادریوں نے اسلام سے کیا ہے کس حد تک انصاف و راستی پر مبنی ہے ؎

مسیح موعودؑ کے کاموں پر ایک سرسری نظر

نمبر ۳

(چودھری ابوالہاشم صاحب ایم۔ اے کے انگریزی لیکچر سے اُردو میں ترجمہ کیا گیا)

(سلسلہ کے لئے دیکھو ریویو ماہ اپریل ۱۹۱۷ء نمبر ۴ جلد ۱۶)

احمد علیہ السلام کی موجودہ جنگ کے متعلق پیشگوئی میں یہاں ایک اور پیشگوئی لکھتا ہوں جو اب پوری ہو رہی ہے۔ ۱۹۰۶ء میں احمد علیہ السلام لکھتے ہیں:۔

اِک نشاں ہے آنیوالا آج سے کچھ دن کے بعد ✧ جس سے گردش کھائینگے دیہات شہر اور مرغزار
یک بیک اِک زلزلہ سے سخت جنبش کھائینگے ✧ کیا بشر اور کیا شجر اور کیا حجر اور کیا بحار
خون سے مردوں کے کوہستان کے آبِ رواں ✧ سُرخ ہو جائینگے جیسے ہو شرابِ انجبار
مضمحل ہو جائینگے اس خوف سے سب جن و انس ✧ زار بھی ہوگا تو ہوگا اس گھڑی باحال زار
اِک نمونہ قہر کا ہوگا وہ ربانی نشان ✧ آسماں حملے کریگا کھینچ کر اپنی کٹار
ہاں نہ کر جلدی سے انکار اے سفیہِ ناشناس ✧ اس پہ ہے میری سچائی کا سبھی دار و مدار
وحیِ حق کی بات ہے ہو کر رہے گی بے خطا ✧ کچھ دنوں کر صبر ہو کر متقی اور بردبار"

فروری ۱۹۰۵ء میں الہام ہوا۔ "موتا موتی لگ رہی ہے"۔

اسی سال مئی میں الہام ہوا۔ "کشتیاں چلتی ہیں تا ہوں کشتیاں"۔

اکتوبر ۱۹۰۶ء میں پیشگوئی فرمائی۔ "اس قدر موت ہو گی کہ خون کی نہریں چلینگی۔ اور زمین پر اسقدر تباہی آئیگی کہ اس روز سے کہ انسان پیدا ہوا ایسی تباہی کبھی نہیں آئی ہوگی اور اکثر مقامات زیر و زبر ہو جائینگے کہ گویا ان میں کبھی آبادی نہ تھی۔ اور اسکے ساتھ اور بھی آفات زمین و آسمان میں ہولناک صورت میں پیدا ہونگی۔ یہانتک کہ ہر ایک عقلمند کی نظر میں وہ باتیں غیر معمولی ہو جائینگی۔ تب انسان میں اضطراب پیدا ہوگا۔ کہ یہ کیا ہونے والا ہے۔ اور بہتیرے نجات پائینگے اور بہتیرے ہلاک ہو جائینگے۔ وہ دن نزدیک ہیں بلکہ میں دیکھتا ہوں کہ دروازے پر ہیں کہ دنیا ایک قیامت کا نظارہ دیکھے گی۔ اور نہ صرف زلزلے بلکہ اور بھی ڈرانے والی آفتیں ظاہر ہونگی کچھ آسمان سے اور کچھ زمین سے یہ اسلیئے کہ نوع انسان نے اپنے خدا کی پرستش چھوڑ دی ہے۔ اور تمام دل اور تمام خیالات سے دنیا پر ہی گر گئے ہیں۔ اگر میں نہ آیا ہوتا۔ تو ان بلاؤں میں کچھ تاخیر ہو جاتی۔ پر میرے آنیکے ساتھ خدا کے غضب کے وہ مخفی ارادے جو ایک بڑی مدت سے مخفی تھے ظاہر ہو گئے۔ جیسا کہ خدا نے فرمایا و ماکنا معذبین حتیٰ نبعث رسولاً۔ اور توبہ کرنیوالے امان پائینگے۔ اور وہ جو بلا سے پہلے ڈرتے ہیں۔ ان پر رحم کیا جائیگا"۔

ان پیشگوئیوں کو قریباً دس سال ہوئے اردو اور انگریزی میں ریویو آف ریلیجنز کے

ذریعہ سے نہ صرف ہندوستان میں شائع کیا گیا تھا۔ بلکہ بیرونی ممالک مثل انگلینڈ۔ ممالک متحدہ امریکہ۔ کنیڈا۔ فرانس۔ جرمنی۔ جاپان وغیرہ میں بھی۔ سچائی کا واسطہ دیکر اب ہم آپ سے پوچھتے ہیں۔ کہ آیا پیشگوئی کا ہر ہر لفظ پورا ہوا ہے یا نہیں؟ چند نمونے یورپ کی لڑائی کی جگہوں سے آئے ہوئے خطوط کے ہم ذیل میں درج کرتے ہیں۔ ہنری سنٹوکر۔ پولینڈ کی حالت اس طرح بیان کرتا ہے۔

"تاریخ دنیا میں سب سے عظیم الشان لڑائی اور تباہی جو لڑائی کے ہمراہ ہوتی ہے۔ یہ دو ایسی بدروحیں ہیں جو اب حکومت کر رہی ہیں۔

"لاکھوں آدمی گولیوں۔ گولوں اور نیزوں سے مر رہے اور کروڑوں غیر مسلح آدمی محتاجی اور بھوک سے جان بلب ہیں۔

"دو ملک ان خونی لڑائیوں کی بڑی بڑی آماجگاہ ہیں۔ دونوں ہی ملک ابھی دولتمند اور سرسبز تھے اور اب غیر آباد و ویران ہو گئے ہیں"

برٹس اینڈ فارن بائیبل سوسائٹی کا اخبار "دی بائیبل ان دی ورلڈ" لکھتا ہے "زمین کی بنیادیں کانپ اٹھی ہیں اور آسمان خون۔ آتش۔ اور دھوئیں کے بخارات سے پڑ رہے۔"

مسٹر لارڈ جارج گلاسگو میں تقریر کرتے ہوئے لڑائی کو زلزلے سے تشبیہ دیتا ہوا کہتا ہے۔ "یہ ایک ایسا زلزلہ ہے جو یورپین زندگی کی بنیادوں کو اکھاڑ رہا ہے۔ یہ زلزلہ کا وہ دھکا ہے جسمیں قومیں ایک ہی چھلانگ میں کئی پشت تک کے لیئے آگے بڑھ جاتی ہیں۔ یا پیچھے رہ جاتی ہیں"

صاحبان! یہ چند پیشگوئیاں صرف نمونہ کے طور پر ہیں۔ جو حضرت مسیح موعودؑ نے کی ہیں لاکھوں پیشگوئیاں اور بھی ہیں۔ یہ خوش قسمتی کی بات ہے کہ انکا زمانہ ابھی زمانہ قدیم نہیں ہوا انکے زمانہ کے لوگ اور انکے مریدین میں سے حصہ کثیر ابھی زندہ ہے۔ اور متلاشی حق کے لیئے ابھی بہت کچھ موجود ہے۔ لیکن نشانات اور پیشگوئیوں کو پورے ہوتے دیکھنا ہی معرفت الٰہی کے حصول کا اکیلا زینہ نہیں۔ معرفتِ الٰہی اپنے تجربات سے حاصل ہوتی ہے ؎

صاحبان! جب میں آپکو یہ کہوں۔ کہ مریدین مسیح موعودؑ میں بہت سے ایسے ہیں جو الہام الٰہی کو پاتے ہیں۔ تو آپ یقین کریں کہ میں سچ کہتا ہوں۔ اور اس موجودہ جماعت میں بھی ایسے لوگ ہیں جو اس کوچہ سے نا آشنا نہیں ہیں ؎

احمد علیہ السلام صفات الٰہی کے متعلق صحیح خیالات پیدا کرتے ہیں

ہستی باری تعالیٰ پر ایمان حاصل کر لینے کی ضرورت کے بعد نجات کے لیئے دوسری ضروری چیز صفاتِ الٰہی کے متعلق صحیح علم حاصل کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نہایت ضروری صفت اسکی وحدانیت ہے مشرکانہ خیالات یا تو اللہ تعالیٰ کے سوا اور خداؤں کی ہستی کو ماننے سے ہوتے ہیں یا یہ ماننے سے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور بھی ہیں جنمیں صفات الٰہی پائی جاتی ہیں۔ صفات میں شرکت کمزوری کو ثابت کرتی ہے۔ یعنی الوہیت میں نقص ہے۔ تمام گناہوں کی تفتیش سے پتہ چلتا ہے۔ کہ انکی ابتدا اللہ تعا میں نقص ماننے سے پیدا ہوئی ہے۔ جب چور چوری کرتا ہے تو وہ اسوقت یا تو یقین رکھتا ہے کہ کوئی خدا نہیں یا یہ کہ وہ دیکھتا نہیں یا دیکھ نہیں سکتا یا سزا نہیں دیتا یا نہیں دے سکتا یا کسی طرح سے اسکی سزا سے بچ سکتے ہیں۔ وحدانیتِ الٰہی کے یہ معنی ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت اور صفات میں اکمل ہے ❊

اس مضمون پر قرآن شریف کی خالص تعلیم کے باوجود مسلمان ایسے اعتقاد رکھتے ہیں۔ جو اسکی وحدانیت کے برخلاف ہیں مثلاً انکا اعتقاد ہے۔ کہ یسوع مسیح مردے زندہ کر سکتا ہے۔ اور وہ دو ہزار برس سے آسمان پر زندہ موجود ہے اور یہ کہ مردوں کو زندہ کرنے کی طاقت اور بھی نیک لوگوں کو ملی ہوئی تھی انکا یہ بھی اعتقاد ہے۔ کہ اولیاء اور صالح لوگ زندگی میں اور قبر میں اپنے معتقدوں کی مدد کر سکتے ہیں۔ اور اسی لیئے وہ مصیبت کے وقت قبروں کی طرف دوڑتے ہیں اور اپنے مربی اولیاء کی مدد مانگتے ہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ نے ان تمام خیالات کو رد کر دیا ہے اور اپنے معتقدین کو یہ تعلیم دی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی اکیلا قادر ہے اور وہ ہی دولتمند۔ غریب۔ نبی اور گنوار سب کا والی و مددگار ہے ❊

دین کو دنیا پر مقدم کرنا چاہیئے

اللہ تعالیٰ کی ہستی اور کاملیت صفات کا علم ایک مذہب بیان کو بھی چاہتا ہے تاکہ مذہبی آدمی کمال کو پہنچ جاوے۔ یہ بات بتلاتی ہے کہ اسکو کس طرح اپنے علم کا استعمال کرنا چاہیئے۔ امریکہ کا ایک دانا فلاسفر اپنے مذہب کی تثلیث کو تین اعتقادوں سے بیان کرتا ہے ’ایک خدا‘ ’نفی شیطان‘۔ ’پونڈ میں بیس شلنگ‘ اور وہ تثلیث جو موجودہ مصلح پیش کرتا ہے یہ ہے کہ ’خدا ہے‘، ’وہ اپنی صفات میں کامل ہے‘، ’دین کو دنیا پر مقدم کرنا چاہیئے‘ صاحبان! آؤ کچھ عرصہ کے لیئے آخری تعلیم پر غور کریں یہ نیا نظارہ پیش کرتی ہے۔ زندگی اور اسکے کاروبار پر غور کرنے

کے لیئے نئی بصارت عطا کرتی ہے۔ پونڈ میں بیس شلنگ حال کی مغربی تہذیب کا نظارہ ہے۔ ان کی خواہشات کی انتہا دولت اور آرام ہے۔ گیلیلیو نے دریافت کیا تھا کہ یہ زمین درحقیقت آسمان میں ہے اور ایک انگریز نے کہا ہے کہ یہ دریافت نئی یورپین تہذیب کو بتلاتی ہے۔ یعنی زمین آسمان میں ہے آؤ اس سے فائدہ اٹھائیں۔ یعنی مادہ پرست یورپی تہذیب کا یہی مدعا ہے۔ کلیساء روس کا ہیڈ حاکم روس کی عیب چینی کرتا ہے مگر چونکہ یہ قومی طاقت کے مدعا کے لیئے بے آرامی کا باعث تھا اس لیئے روس پوپ کو حاکم روس کے سامنے دینا پڑا۔ جرمن تہذیب بھی یہی چاہتی ہے۔ کہ ہر فرد سلطنت کے لیئے ہے اور ہر سلطنت قومی طاقت اور آرام کے لیئے حب وطن۔ قومیت اور شاہ پرستی مغربی اور مشرقی مادہ پرست دنیا کے پیدا کردہ بت ہیں جب تک یہ رہینگے 'کرپس' اور 'ڈیلنس' دنیا پر حکمران رہینگے۔ یعنی موجودہ جنگی توپوں اور ہوائی جہازوں کا دور دورہ رہے گا ؛ 'لووین' ضرور تباہ ہوگا۔ کیا انسانی ہمدردی کی یہی انتہا ہے؟ نہیں۔ صاحبان! ہمارا اس دنیا میں اس سے اعلیٰ مدعا ہے۔ ہمیں ان سب بتوں کو غرق کر دینا چاہیئے اور اللہ تعالیٰ کی تلاش کرنی چاہیئے اِنَّ صَلٰوتِی وَنُسُکِی وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِی لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن۔ دین کو دنیا پر مقدم کرنے کے یہی معنی ہیں ؛

احمد علیہ السلام دوسرے سر برآوردہ اشخاص سے برتر ہیں۔

صاحبان! اب میں اپنے لیکچر کے بڑے بڑے پہلوؤں پر بول چکا ہوں۔ پیشتر اسکے کہ میں بیٹھ جاؤں۔ اس عظیم الشان شخص کے کاموں کے ضروری پہلوؤں پر ایک مجمل نظر ڈالنی چاہتا ہوں۔ میں مقابلوں میں پڑنے کو پسند نہیں کرتا۔ الٰہی معلم کی ایک نشانی یہ ہے کہ اس کا تعلق کسی پارٹی سے نہیں ہوتا یہی بات ہے جو ایک الٰہی پیغمبر کو تمام سر برآوردہ اشخاص سے ممتاز کرتی ہے۔ آخر الذکر کے اعتقادات کو اسکے زمانے کے رجحان کو دیکھ کر معلوم کر سکتے ہیں۔ اور بتا سکتے ہیں۔ کہ قوم کا کونسا حصہ اسکی طرف رغبت کرنے میں سبقت کریگا۔ اقوام یورپ کے پرائیویٹ ضمیر پر کلیساء نے راستہ نکال لیا ہے۔ اور یہ جوا ہمیشہ ہی بوجھل معلوم ہوا ہے۔ جوں جوں کلیساء نے اپنے مخالفین کو جلایا۔ وہ اور بھی بڑھتے گئے۔ دشمنی اور بے صبری یہانتک بڑھی۔ کہ لوتھر انکا سردار ہو گیا اور جن ممالک میں اسکی ابتداء ہوئی تھی۔ انہوں نے اسکو ماننے میں بھی ابتدا کی۔ ہندوستان

ہیں بھی ایسا ہی ہوا۔ یورپ کے خیالات سے متاثر ہو کر علماء اور برہمنوں کی حکومت پر شک و اعتراض کرنے لگے۔ متاثر ہونے کی جگہیں یونیورسٹیاں تھیں۔ پہلے پہل رام موہن رائے نے اس خیال کو ظاہر کیا۔ اور برہمو مذہب یورپ کی لامذہبی کا بچہ ثابت ہوا۔ آپ بتا سکتے ہیں۔ کہ یہ نیا فرقہ کس ملک سے اپنے بڑے بڑے حامی پیدا کر سکتا ہے۔ ہندوستانی صوبجات میں سے بنگال یورپ کی تعلیم اور تہذیب میں سب سے بڑھا ہوا تھا۔ اور کالج وہ دروازے تھے جن کے ذریعہ یہ خیالات ہند میں آئے۔ الغرض یہ بنگال اور کالجوں کے تعلیم یافتہ اشخاص تھے جنہوں نے اس نئی تحریک میں رنگروٹ بھرتی کیئے۔ اب اس نئے معلم کی طرف غور کرو۔ کیا وہ یورپ کی لامذہبی کا دلدادہ تھا؟ وہ بڑی سختی سے مذہب اور الہام کی طرفداری پر اڑا رہا۔ اور الہامی قانون سے ایک انچ بھر ادھر ادھر نہیں ہوا۔ سود حرام تھا اور حرام ہی رہے گا۔ خواہ اقتصاد کے دلدادہ کتنا اسکے برخلاف چیخیں۔ کثرت ازدواج اور پردہ بمع انکی حدبندیوں کے ویسا ہی رہیگا۔ خواہ مغربی تعلیم کے نقال کتنا ہی اسے برا ظاہر کریں۔ کیا وہ لامذہبی کے برخلاف کسی نئی تحریک کا سربرآوردہ تھا؟ یہ مذہبی لوگ تھے جو اسکے سخت مخالف ہوئے اس نے وحشیانہ جوش۔ اندھی تقلید اور رسم اور علماء کی حکومت کا مقابلہ کیا۔ وہ شیر کی مانند خدا تعالیٰ کی طرف سے مدد پا کر اکیلا مقابلہ کے لیئے ڈٹا رہا۔ کسی گروہ کی اس نے پروا نہیں کی اور اپنے ساتھ ملنے والوں کو اس نے ہمیشہ اپنی پناہ میں رکھا۔ سخت گرمی کے دنوں کی گرمی اور پیاس کے بدلے ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں انہوں نے پائیں۔ اور میٹھے میٹھے گانے والے پرندوں کی طرح انہوں نے الٰہی الحمد اور آنے والے جلال کے راگ گانے شروع کیئے۔

احمد علیہ السلام خود کیا فرماتے ہیں

صاحبان! اب میں ایک عبارت کی نقل کرنے کے بعد مضمون کو ختم کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ سچائی کے قبول کرنے کے لیئے آپ کے سینوں کو کھولے۔ اور شک و شبہات کے زہر سے آپ لوگوں کو بچائے۔ برگزیدۂ خدا فرماتے ہیں:-

"اے زمین سُن جو میں کہتا ہوں اور اے آسمان گواہ رہ۔ اے بھائیو! میں اللہ جل شانہٗ سے الہام دیا گیا ہوں اور علوم ولایت میں سے مجھے علم عطا ہوا ہے۔ پھر میں صدی کے سر پر مبعوث کیا گیا۔ تا اس اُمت کے دین کی تجدید کروں۔ اور

ایک حکم بن کر انکے اختلاف کو درمیان سے اٹھاؤں اور صلیب کو آسمانی نشانوں کے ساتھ توڑوں اور اپنی قوت الٰہی سے زمین میں تبدیلی پیدا کروں۔ اور اللہ تعالیٰ نے الہام صریح اور وحی صحیح سے مجھے مسیح موعود اور مہدی موعود کے نام سے پکارا۔ اور میں فریبیوں میں سے نہیں اور نہ میں ایسا ہوں کہ میری زبان پر جھوٹ جاری ہوتا۔ اور میں لوگوں کو بدی میں ڈالتا۔ اور جھوٹوں کے انجام کو آپ لوگ جانتے ہیں۔ بلکہ یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے الہام ہے اور باوجود اسکے میں نے اپنے نفس پر یہ تنگی کر رکھی تھی کہ میں کسی الہام کی پیروی نہ کروں۔ مگر بعد اسکے کہ بار بار خدا تعالیٰ کی طرف سے اس کا اعلام ہو۔ اور قرآن اور حدیث سے بکلی موافق ہو۔ اور پوری پوری مطابقت ہو۔ پھر اس کارروائی کے لئے ایک یہ شرط بھی میری طرف سے تھی کہ میں الہام کے بارے میں اسکے کناروں تک نظر ڈالوں۔ اور بغیر مشاہدہ خوارق کے اسکو قبول نہ کروں۔ پس بخدا کہ میں نے اپنے الہام میں ان تمام شرطوں کو پایا اور میں نے اسکو سچائی کا باغ دیکھا۔ نہ اس خشک گھاس کی طرح جس میں سانپ ہو۔ پھر یہ الہام اسوقت مجھے ملا۔ جبکہ میرے جگر کے ٹکڑے خدا تعالیٰ کے شوق میں اڑے۔ اور عشاق الٰہی کی موت میرے پر آئی۔ اور کئی قسم کے جلانے سے میں جلایا گیا۔ اور کئی قسم کے خوفوں سے میں کوٹا گیا اور اہل و عیال سے میرا دل کاٹا گیا۔ یہانتک کہ خدائے تعالیٰ کا فضل پورا ہو گیا اور میرا راستہ کھولا گیا۔ اور میرے چاند کا نور مجھ میں بھر گیا۔ پس اس سے مجھے دو حصے ملے۔ الہام کا نور اور عقل کا نور۔ اور یہ خدا تعالیٰ کا فضل ہے۔ اور کوئی اسکے فضل کو رد نہیں کر سکتا ؞

پھر میرے الہام غیب کی پیشگوئیوں سے بھرے ہوئے ہیں۔ اور غیب اللہ جلشانہٗ کی ذات سے خاص ہے اور ممکن نہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ اپنے غیب پر اس شخص کو پورا غلبہ بخشے جو فاسد الخیال اور دنیا کا چاہنے والا ہے۔ کیا خدا ایسے آدمی کو دوست پکڑ سکتا ہے۔ جس نے ہلاکت کی دام محض فریب کی راہ سے بچھائی اور لوگوں کو

گمراہ کیا اور ہدایت نہ کی اور دین اسلام کو دشمنوں کی طرح ضرر پہنچایا۔ اور نور صدق سے اسکے مطلع کو روشن نہ کیا۔ اور اس کی غمخواری میں نہ کبھی صبح کی اور نہ شام اور اسکی اصلاح کے لیئے کچھ تگ و دو نہ کی۔ بلکہ اپنے جھوٹ کے ساتھ ذہنوں کا زنگ بڑھایا۔ اور اپنے افترا کی باتوں کے ساتھ اُمّت میں فتنہ کی گرد و غبار پیدا کر دی نہیں ایسا ہر گز نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالیٰ مفتریوں کو رسوا کرتا اور انکی جڑھ کاٹ کر انکے ساتھ انکو ملا دیتا ہے۔ جو ان سے پہلے لعنت کیئے گئے ہیں" +

احمدیوں اور غیر احمدیوں میں فرق

نمبر (۳)

از حضرت صاحبزادہ میرزا بشیر احمد صاحب ایم۔اے سلمہ اللہ تعالیٰ

(انگریزی سے اُردو میں ترجمہ کیا گیا)

حضرت احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپؑ کے مخالفین کے درمیان ایک اور اہم اختلاف مہدی معہودؑ کے متعلق ہے۔ مخالف مسلمانوں کا تو یہ عقیدہ ہے۔ کہ مسیح موعودؑ اور مہدیؑ دو جُدا جُدا شخص ہیں۔ جن کا ظہور قرب قیامت میں ہوگا۔ جناب مسیحؑ آسمان سے نازل ہونگے۔ جہاں کہ وہ قریباً دو ہزار سال سے گئے ہوئے ہیں جبکہ یہود نے انکو صلیب دیکر ہلاک کرنا چاہا تھا۔ مگر وہ اِن دشمنوں کے ہاتھ سے بچکر مع جسم خاکی اُٹھا لیئے گئے۔ اور امام مہدیؑ خود مسلمانوں میں سے ہی مبعوث ہونگے یہ دونوں ملکر اسلام کو دنیا بھر میں پھیلانے کی خدمت اس طرح انجام دینگے۔ کہ جو کوئی بے چون وچرا دین اسلام قبول کرلے۔ وہ تو انکی تلوار سے بچ سکیگا۔ باقی تمام کفار کو ایک سرے سے تہ تیغ کرتے چلے جائیں گے۔ گویا آخری زمانہ میں اسلام کی تبلیغ و اشاعت انکے ہاتھ سے بزور شمشیر ہوگی اور چونکہ اس خون خرابے کا سہرا امام مہدی کے سر ہوگا۔ اسی لیئے انہیں **غازی مہدی** بھی

کہتے ہیں :

اب حضرت مسیح اسرائیلی کی نسبت تو ہم ایک گذشتہ مضمون میں ثابت کر ہی چکے ہیں کہ وہ آسمان سے نازل نہیں ہونگے کیونکہ وہ سرے سے آسمان پر گئے ہی نہیں۔ بلکہ صلیبی موت سے بچکر مدت تک زندہ رہے اور پھر اپنی طبعی موت سے فوت ہوئے۔ پس مسیح موعودؑ جن کا ظہور آخری زمانہ میں اہل اسلام کے درمیان مقدر تھا لامحالہ کوئی اور ہی شخص ہونا چاہیئے۔ اور مہدی معہودؑ کے متعلق جماعت احمدیہ کا عقیدہ یہ ہے کہ وہ دوسرا شخص نہیں بلکہ آنیوالے مسیحؑ کا ہی ایک اور صفاتی نام ہے اور وہ کفار کے خلاف کوئی تلوار کا جہاد نہیں کرینگے بلکہ صلح کاری و امن پسندی کے وسائل سے اسلام کو پھیلائیں گے۔ تو اس طرح احمد علیہ السلام اور آپکے مخالفین کے باہمی اختلافات کا مرکز یہ دو سوال ٹھیرتے ہیں :- اوّلاً کیا مہدی اور مسیح دو جُدا جُدا شخص ہیں ؟ ثانیاً کیا مہدی علیہ السلام فی الحقیقت تلوار کا جہاد کرینگے اور کفار کو ہلاک کر کے بزور شمشیر اسلام پھیلائیں گے ؟

ہر دو مسائل مذکورہ بالا پر غور کرنے سے قبل یہ بیان کر دینا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں میں ایسے لوگ بھی ہوئے ہیں اور اب بھی موجود ہیں جو سرے سے عقیدۂ ظہور مہدی کے ہی قائل نہیں اور ان منکرین مہدی کے دلائل کا خلاصہ یہ ہے کہ :- (۱) قریباً وہ تمام احادیث جن میں ظہور مہدی کی خبر ہے وہ مسلمہ طور پر صحیح و مستند نہیں ہیں کیونکہ بقول نواب صدیق حسن خان (جو فرقۂ اہلحدیث کے ایک ممتاز و چیدہ اہل قلم ہیں اور جنہیں کثیر التعداد کتب دینیہ کی تالیف و تدوین کا فخر حاصل ہے) اس قسم کی اکثر احادیث کے سلسلۂ رواۃ میں ایسے لوگ بھی شامل ہیں جو محتاط نہ تھے۔ انکا حافظہ ضعیف تھا۔ اور انکی رائے قوّتِ فیصلہ کر ور تھی۔ اور بعضوں میں دیگر اقسام کے نقص بھی تھے۔ جن کی وجہ سے وہ مرکیاً ناقابل اعتماد قرار پاتے ہیں -

(۲) ان تمام روایات کا باہم بھی بہت کچھ اختلاف ہے۔ مثلاً بعض روایتوں میں تو آنیوالے مہدی کا نام محمد بتلایا گیا ہے اور بعض دیگر روایات میں احمد۔ اسی پر بس نہیں بلکہ ایک روایت ایسی بھی ہے جو اس کا نام عیسٰےؑ بیان کرتی ہے۔ علاوہ ازیں انہی متضاد و مختلف روایتوں کی بنا پر سنی کہتے ہیں کہ اس کے والد کا نام عبد اللہ ہوگا اور شیعہ مانتے ہیں کہ باپ کا نام حسن ہوگا۔ اس بارہ میں کہ مہدی موعودؑ کس بزرگ کی نسل سے

پیدا ہونے میں ایک اور بھی مایوسی بخش گڑبڑ اور الجھن ان روایات میں پائی جاتی ہے۔ یعنی ایک طرف تو ایسی روایتیں موجود ہیں جو مہدی کو حضرت فاطمہؓ کی نسل سے قرار دیتی ہیں جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی چاہتی بیٹی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی زوجہ محترمہ تھیں۔ مگر ان روایات کو مانکر بھی یہ سوال حل طلب ہی باقی رہتا ہے۔ کہ آیا جناب مہدی امام حسنؓ کی اولاد سے ہونگے یا امام حسینؓ کی نسل سے۔ جو دونوں بزرگ فاطمۃ الزہرا کے ہی فرزند تھے۔ پھر بعض روایات کی رُو سے مہدی عباسی ہوگا اور بعض دیگر روایتوں کے مطابق بنی امیہ سے۔ ماسوا اسکے ایسی روایتیں بھی آئی ہیں جن میں مہدی کو آل عمر سے ظاہر کیا گیا ہے جو آنحضرت ؐ کے خلیفہ ثانی تھے۔ اس طرح اسلام میں کم از کم پانچ بزرگ ایسے نکلتے ہیں جن کی نسل سے مہدی کا پیدا ہونا بیان کیا گیا ہے ٭

پھر ظہور مہدی کے مقام میں بھی کھلا کھلا اختلاف و تضاد پایا جاتا ہے۔ اسی طرح ان روایات کا باہم اس بارہ میں بھی صریح اختلاف ہے کہ آیا امام مہدیؑ کا دور دورہ دنیا کے پردہ پر کتنی مدت رہیگا اور وہ کتنے سال تک دین کا ڈنکا بجائیں گے؟ ان ہی مختلف اور متضاد روایات سے بدظن و بیزار ہو کر اسلام میں بہتیرے لوگ سرے سے ظہور مہدی سے ہی منکر ہو بیٹھے ہیں ٭

لیکن ان وجوہات کی بناپر جو بظاہر معقول بھی معلوم ہوتی ہیں یہ کسی طرح درست نہ ہوگا کہ ہم منکرین مہدی کی مانند ظہور مہدی کے عقیدہ کو بالکل ترک ہی کر دیں۔ بلکہ ان سے تو صرف اتنی بات کا پتہ چلتا ہے، کہ مہدی کے متعلق بہت سی روایات میں غرض آلود لوگوں کی دستبرد سے اختلاف و تضاد کا یہ طوفان بے تمیزی برپا ہوا ہے۔ کیونکہ ہر فرقہ کا یہ ادعا کہ مہدی ہم میں سے ہوتا ہے اس امر کی دلیل ہرگز نہیں ہو سکتی کہ مطلقاً کوئی مہدی ہونے کا ہی نہیں۔ بلکہ برخلاف ازیں اسسے تو صاف و صریح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ اسلام میں مہدی کے ظہور کی پیشگوئی بالیقین موجود ہے تب ہی تو مختلف فرقے اسے کھینچ تان کر اپنی طرف لگانا چاہتے ہیں۔ اس لیئے کہ اگر رسولِ خدا صلعم نے ظہورِ مہدی کی بالکل خبر ہی نہ دی ہوتی تو کسی ایک نسل کے دعویدار بننے پر کہ وہ "ہم میں سے ہوگا"، چاہیئے تھا کہ دوسری نسلیں بکلی اسکے ظہور کا رد و انکار کرتیں اور کہتیں کہ یہ عقیدہ سراسر بے بنیاد و گپ ہے۔ کوئی مہدی نہیں آئیگا۔ نہ کہ ہر فرقہ و نسل کے

لوگ بالمقابل اسپر زور دیتے کہ فلاں نسل سے نہیں بلکہ "ہم میں سے ہوگا" جیسا کہ بحالت موجودہ مختلف نسلیں اس کی دعویدار ہیں۔ تو ان فرقوں کا باہم جھگڑنا اور یہ کہنا ہی کہ مہدی "ہم میں سے ہوگا" اس امر کا بیّن اور فیصلہ کن ثبوت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امام مہدی کے مبعوث ہونے کی پیشگوئی ضرور فرمائی ہے۔ ہاں البتہ اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ ان روایتوں میں اصل واقعات کے ساتھ فرضی فسانوں کے حاشیے بہت کچھ چڑھا دیئے گئے ہیں۔ اسواسطے ایک متلاشیِ حق کو اس پیشگوئی کے معاملہ میں بڑی احتیاط سے کام لینا چاہیئے +

اب ہم اصل مدعا کی طرف رجوع کر کے اس بات کا ثبوت دیتے ہیں کہ مہدیؑ اور مسیحؑ فی الحقیقت ایک ہی شخص کے دو صفاتی نام ہیں۔ اور مہدی اسلام کو پھیلانے کے لیئے کفار کے خلاف تلوار کا جہاد کوئی نہیں کریگا۔ بلکہ صداقت اسلام کی تبلیغ و اشاعت پُرامن ذرائع سے کریگا +

Digitized by Khilafat Library

سب سے پہلا امر قابلِ غور جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ مہدیؑ اور مسیحؑ درحقیقت ایک ہی شخص کے دو نام ہیں خود لفظ مہدی اور اس کا اطلاق و محل استعمال ہے۔ کیا معنی؟ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لفظ کو بطور اسم معرفہ نہیں بلکہ ایک خطاب یا صفاتی نام کے رنگ میں استعمال فرمایا ہے۔ مہدی کے معنی ہیں ہدایت یافتہ اور مستند روایات میں اس امر کے شواہد موجود ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مہدی معہودؑ کے علاوہ دیگر اشخاص کے حق میں بھی اس لفظ کو استعمال فرمایا ہے۔ چنانچہ اپنے خلیفوں کے متعلق آنحضرت صلعم نے **خلفاء الراشدین المہدیین** فرمایا ہے۔ جس سے صاف عیاں ہے کہ نبی کریمؐ کا ہر خلیفۂ برحق اس لقب سے ملقب ہو سکتا ہے اور اسی لیئے ثابت ہُوا کہ مسیح موعودؑ جو آنحضرتؐ کے خلفاء میں مسلمہ طور پر بزرگ ترین خلیفہ ہے وہی مہدیٔ اعظم بھی ہوگا گو اس سے قبل مہدی اور بھی ہو چکے ہوں یا آئندہ ہو سکیں +

دوسری غور طلب بات یہ ہے کہ مسیح و مہدی دونوں بطور خلیفۂ رسولؐ ایک ہی زمانہ میں جماعتِ مومنین کے امام ہوتے ہیں۔ لیکن اسلام ایک ہی وقت میں دو مفترض الطاعت اماموں کا ہونا جائز نہیں رکھتا۔ لہٰذا مسیحؑ و مہدیؑ لازماً ایک ہی شخص کے دو صفاتی نام ہونے

چاہیئیں۔ پھر آنحضرت صلعم نے دونوں کی نسبت مختلف مقامات پر الگ الگ یہی فرمایا ہے کہ وہ گندم گوں ہوگا۔ دو چادروں میں ملبوس ہوگا۔ وہ لوگوں کو دولت تقسیم کریگا۔ وغیرہ وغیرہ جس سے بالیقین و بصراحت ظاہر ہے کہ یہ کوئی جُدا جُدا اشخاص نہیں بلکہ اصل میں ایک ہی وجود ہوگا۔

پھر علاوہ ازیں رسول کریمؐ نے ایک سے زیادہ موقعوں پر یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ اس اُمّت کے محافظ اوّل سرے پر خود حضورؐ ہیں اور آخری سرے پر مسیح موعودؑ چنانچہ حدیث نبویؐ کے اصل الفاظ یہ ہیں:۔ کَیْفَ تَہْلِکُ اُمَّۃٌ اَنَا اَوَّلُھَا وَعِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ اٰخِرُھَا۔ یعنی حضور فرماتے ہیں کہ وہ اُمّت کیسے ہلاک ہوسکتی ہے جسکے ایک سرے پر میں ہوں اور دوسرے سرے پر مسیح ابن مریم۔

پھر ایک اور حدیث میں ارشاد ہوتا ہے کہ:۔ ”خیر ھٰذہ الامۃ اولھا و اٰخرھا اولھا فیھم رسول اللّٰہ و اٰخرھا فیھم عیسٰی

ابن مریم و بین ذٰلک فیج اعوج لیسوا منی و لست منھم“

یعنی اس اُمّت کا بہترین حصّہ اس کا اوّل اور آخر ہے۔ پہلے حصّہ میں تو اللہ کا رسولؐ (خود آنحضرتؐ) موجود تھے اور آخر میں عیسیٰ ابن مریم۔ اور ان دونوں کے درمیان فیج اعوج کا زمانہ ہے یعنی کج رفتار لوگوں کا۔ نہ وہ مجھ سے ہیں نہ میں اُن سے۔

اب جائے غور ہے کہ اگر مہدیؑ جسکے ظہور کا آخری زمانہ میں وعدہ تھا مسیح موعودؑ کے سوا کوئی جُدا شخص ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخری زمانہ میں دونوں کا محافظ اُمّت ہونا بیان فرماتے۔ اور اگر جیسا کہ عام مسلمانوں کا عقیدہ ہے مہدی کو مقتدی یا امام بننا تھا اور مسیحؑ کو ان کا مقتدی یا پیرو تو کیا یہ تعجب کی بات نہیں کہ آنحضرتؐ نے مسیحؑ کا تو بڑی شان و اہتمام خاص سے ذکر فرمایا مگر اسکے پیشوا کا نام تک نہیں لیا۔ حالانکہ آخر زمانہ میں آپؐ کی اُمّت کے اصل نگہبان یا محافظ وہی ہونگے اور مسیح موعودؑ محض انکے نائب یا مددگار۔ پھر رسول اللہؐ نے دو جماعتوں کو بہترین اُمّت فرمایا ہے۔ ایک وہ جو بلافصل خود حضورؐ کے پیرو ہوئے یعنی آپؐ کے صحابہ کرام (رضوان اللہ علیہم) اور دوسرے وہ جو

مسیح موعودؑ کے متبع ہونگے۔ مگر پیروانِ مہدی کا یہاں ذکر تک نہیں۔ اس سے بھی صاف طور پر پایا جاتا ہے کہ مہدی اور مسیح موعودؑ ایک ہی شخص ہو ما تھا نہ دو۔ ایک اور قوی دلیل ہر دو کے ایک ہی ہونے کی یہ ہے کہ امام بخاریؒ و امام مسلمؒ مہدیؑ کے بارہ میں ساکت ہیں جس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ مسیح موعودؑ کے سوا اور کسی مہدیؑ آخرزماں کے قائل نہ تھے۔ ایک اور بات غور طلب ہے کہ مسیح موعودؑ کا کام جس کی مسلمانوں کے بچہ بچہ کو خبر ہے کسرِ صلیب اور قتل خنزیر ہوگا۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ:-

یُنزل فیکم ابن مریم حکماً عدلاً فیکسر الصلیب ویقتل الخنزیر۔

یعنی مسیح ابن مریم تم میں نازل ہوگا وہ حکم و عدل ہوگا صلیب کو توڑے گا اور خنزیر کو قتل کریگا۔ مگر یہی دو کام آنحضرتؐ نے لفظ بلفظ مہدی کی نسبت بیان فرمائے ہیں۔ اس سے بے شک وشبہ ثابت ہوا کہ مہدی اور مسیح دو علیحدہ علیحدہ شخص نہیں ؎

پھر ان تمام دلائل سے کہیں بڑھ کر نبی کریمؐ کے یہ صاف وصریح الفاظ ہیں جن میں کسی طرح کا ایچ پیچ نہیں اور نہ اسکے کوئی دوسرے معنی ہو سکتے ہیں بجز اس کے کہ مسیح موعود ہی مہدی معہود ہے۔ فرماتے ہیں کہ لا المھدی الا عیسےٰ۔ (یعنی گو اسلام میں مہدی اور بھی بہت سے ہوں لیکن آخری زمانہ میں) اور کوئی مہدی نہ ہوگا۔ مگر وہی عیسیٰ (جس کا وعدہ دیا گیا ہے) یہی حضرت احمدؐ آخرزمان کا عقیدہ تھا۔ اور یہی جناب رسالتمآبؐ کے صاف اور سیدھے الفاظ سے نکلتا ہے ممکن ہے کہ لوگوں کو یہ بات حیرت انگیز معلوم ہو۔ کہ آنحضرتؐ کے ان سیدھے اور صاف لفظوں کے ہوتے مسیح موعود سے جداگانہ کسی مہدی کے ہونے کا خیال ہی کس طرح پیدا ہو گیا؟ یہ کچھ تعجب کی بات نہیں۔ کیونکہ عام مسلمان تو غلطی سے خود مسیح ناصری کو ہی آسمان پر زندہ مانتے اور خیال کرتے ہیں کہ مسیح موعود وہی عیسیٰ ابن مریم ہوگا۔ جسے آخری زمانہ میں نازل ہونا ہے اور برخلاف اس کے مہدی کے متعلق ان کا متفق علیہ عقیدہ ہے کہ وہ انہی میں سے مامور ومبعوث ہوگا۔ لہذا جب تک وہ (مسلمان) اپنی اس خطرناک غلطی پر اڑے رہیں کہ جناب مسیح ناصری زندہ بجسد عنصری آسمان پر موجود ہیں۔ ان سے یہ ماننے کی کب توقع ہو سکتی ہے کہ مسیح اور مہدی دو جدا جدا شخص نہیں۔ بلکہ ایک ہی موعود کے دو صفاتی نام ہیں۔ اس جگہ یہ بیان کر دینا

بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ کیوں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے امام و مصلح موعود کو کہیں تو مہدی کے لفظ سے یاد فرمایا اور کہیں مسیح کے نام سے موسوم کیا؟ سو ناظرین کو معلوم ہو گا کہ آنیوالے مصلح ربانی کے اہم تر کام دو ہیں۔ اول تو مسلمانوں میں وہی قرون اولیٰ کی سی تقوےٰ و طہارت دینداری و پرہیزگاری پیدا کرنا اور اسلام کو موجودہ افسوسناک و قابل رحم حالت سے ابھار کر پھر اسی قابل فخر شان و شوکت میں لانا جو اس کو پہلے حاصل رہ چکی ہے۔ دوسرے مخالفین اسلام کے مقابلہ میں دینِ حق کی حمایت یا ان کے حملوں کی مدافعت اور ادیان باطلہ پر اتمام حجت نیز ان سب ادیان پر اسکی فوقیت و فضیلت ثابت کرنا۔ اس طرح اس مصلح موعود کی دو اہم مگر مختلف حیثیتیں قرار پاتی ہیں۔ یعنی ایک تو اُمت مرحومہ کی اندرونی اصلاح دوسرے غیر مذاہب کے بالمقابل اسلام کی حمایت۔ پس پہلی حیثیت کے لحاظ سے تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کو مہدی فرمایا۔ یعنی اصلاح ملت کے کام میں آپ کا خلیفہ اعظم۔ اور حضور کا یہ ارشاد عالی بھی اسی کے مطابق ہے کہ عَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّۃِ خُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ الْمَھْدِیِّیْنَ یعنی تمپر لازم ہے پیروی میری اور میرے خلفائے راشدین کی۔ اور دوسرا منصب چونکہ غیر مذاہب کے مقابلہ میں اسلام کی حمایت ہے اسواسطے لامحالہ اس کا نام بھی اس لحاظ سے دوسرا ہونا چاہئے تھا۔ لیکن چونکہ اسکے مشن اور مقصدِ زندگی کا سب سے زیادہ ممتاز کارنامہ اس بارہ میں کسر صلیب مقدر تھا بموجب ارشاد نبوی کے۔ اسلیئے آنحضرت صلعم نے اس حیثیت سے اسکو عیسیٰ اور مسیح کے نام سے موسوم فرمایا۔ خود حضرت احمدؑ فرماتے ہیں:۔ ؎

چوں مرا نورے پئے قوم مسیحی دادہ اند ؁ مصلحت را ابن مریم نام من بنہادہ اند

یعنی چونکہ مجھے قوم مسیحی (کی رہنمائی و ہدایت) کیلئے ایک نور عطا ہوا ہے اسی حکمت و مصلحت سے مجھے ابن مریم نام دیا گیا۔

دوسرا امر قابلِ لحاظ مہدی معہود کے متعلق یہ ہے کہ کیا وہ فی الواقعہ کفار کے خلاف تلوار کا جہاد کریگا اور جو اسپر ایمان نہ لائیں یعنی اسکے ہاتھ پر اسلام قبول نہ کریں انکو تہ تیغ کر ڈالیگا یا محض دلائل و براہینِ قاطعہ کے پُرامن ذرائع سے دین کی خدمت و اشاعت کریگا؟ سو اس بارہ میں طمانیت بخش نتیجہ تک پہنچنے کے واسطے ہمیں سب سے پہلے یہ دیکھنا لازم ہے

کہ آیا اسلام مذہبی امور میں جبر و تشدّد کو روا بھی رکھتا ہے کہ نہیں؟ اگر وہ ایسے جابرانہ طریقِ اشاعت کی اجازت نہیں دیتا تب تو بلا کسی دوسرے وجوہ و دلائل کے ہی خونی مہدی کا عقیدہ باطل ہو جاتا ہے چنانچہ جب ہم قرآن کریم کا مطالعہ کرتے ہیں تو وہاں اسکے متعلق یہ صاف و صریح ارشاد پاتے ہیں:۔

لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ

یعنی دین کے معاملہ میں جبر و اکراہ کا کچھ کام نہیں۔ کیونکہ صداقت اور رُشد و ہدایت تو کھلی کھلی بات ہے۔ گمراہی و ضلالت سے بالکل الگ۔ پھر صداقت کو زبردستی منوانے کی کیا ضرورت ہے؟

اس سے روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ اسلام کی سچائی منوانے کے لیے کسی کو مجبور نہ کرنا چاہیئے اور اس کی کچھ حاجت بھی نہیں۔ خدائے تعالیٰ نے صداقت اسلام کو پوری صفائی کے ساتھ ایسا ظاہر کر دیا ہے کہ ایک متلاشئ حق کو اسکے سمجھنے میں کچھ دقّت نہیں ہو سکتی۔ اور اس طرح خدا نے مسلمانوں کو زور کے ساتھ تاکید فرمائی ہے کہ لوگوں کو اسلام کی خوبیوں کی جانب توجہ دلائیں تاکہ وہ اس کے محاسن و برکات کے گرویدہ ہو کر اُسے برضا و رغبت قبول کریں اور اشاعت اسلام کی خاطر جبر و تشدّد کرنے کی ممانعت فرما دی ہے۔ گویا منشاء الٰہی یہ ہے کہ سچائی کو انکے سامنے رکھدیا جائے اور انہیں اسپر غور کرنے کا موقعہ ملے تو پھر وہ اسکے حسن و قبح کو پرکھ کر خود بخود حق کے حامی و مداح بنجائیں گے۔ خدا تو اپنے بندوں کے لیئے دین حق کو پسند فرماتا ہے جو دلی عقیدہ و اخلاص کے ساتھ ہو۔ مگر اخلاص و عقیدت کسی دل میں زبردستی و سختی سے پیدا نہیں ہو سکتی بلکہ جبر و تشدّد سے تو اور اُلٹی نفرت اور بُغض و عداوت پیدا ہو جاتی ہے اور وہ قرآنی تعلیمات کے بھی سراسر خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔ "فانما علیٰ رسولنا البلاغ المبین" یعنی ہمارے رسول کا فرض تو صرف حق کو کھولکر پہنچا دینا ہے اور بس۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ دین کے معاملہ میں کسی مامور ربانی و مرسل یزدانی کو جبر و اکراہ سے کام لینے کی اجازت ہی نہیں ہوتی اور فی الحقیقت بھی کسی مذہب کو تلوار کے زور سے منوانا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ مذہب جھوٹا ہے یا کم از کم اس میں کوئی خوبی ایسی نہیں جس سے لوگ خود بخود

اس کی طرف کھنچے چلے آئیں اور خوشی خوشی اس کی سچائی کو قبول کریں۔ لیکن اسلام کی نسبت ایسا خیال کرنا بھی صریح ظلم ہوگا اور واقعات کے بالکل خلاف۔ پھر یہ بھی سوچنا چاہیئے کہ جبر و تشدد انسان کے جسم کو تو کوئی بات منوا سکتا ہے مگر قلب، دماغ اور اسکی روح کو زبردستی سے ہرگز نہیں منوا سکتا۔ ایک شخص عیسائی مذہب کا ہے اور عیسویت کے سچا ہونے پر اس کا عقیدہ پختہ ہے۔ تو کوئی زمینی طاقت اُسے اس عقیدہ سے نہیں پھیر سکتی۔ اگر شمشیر برہنہ بھی اس کے سر پر کھینچکر کھڑے ہو جاؤ کہ وہ اپنے اعتقاد سے باز آجائے تو یہ تو ممکن ہے کہ اپنی جان بچانے کو اوپرے دل سے عیسویت کے خلاف بیزاری ظاہر کرنے لگے مگر پیارے ناظرین! ذرا آپ ہی غور فرمائیں کہ کیا دل میں وہ لعنت و ملامت نہ کریگا اور جی ہی جی میں "ابن اللہ" کے حضور یہ دعا نہ کریگا کہ "اے خدا یہ پیالہ کسی طرح مجھ سے ٹال دے" پھر بتلاؤ کہ وہ اسلام لانا کہاں ہوا؟ جس کا تعلق ہی دل سے سچّا جانکر ماننے اور سرِ تسلیم خم کرنے سے ہے۔ کیا آپ ایسے شخص کو سچّا مسلمان کہیں گے اور کہہ سکتے ہیں؟

غرض اسلام امور دین میں جبر اور زبردستی کی ہرگز ہرگز اجازت نہیں دیتا۔ ایک منصف مزاج اور باخبر شخص کو تو اس بات پر حیرت ہی ہوتی ہے کہ مسیحی مشنری اسلام کو یہ کہکر خواہ مخواہ بدنام کرتے ہیں کہ وہ بزور شمشیر پھیلایا گیا۔ اور کہ نبی کریم ؐ کے غزوات اشاعت اسلام کی خاطر تھے۔ آہ! یہ لوگ حق کو چھپانے کی غرض سے حدودِ انصاف سے بھی تجاوز کر جاتے ہیں اور کھلے کھلے واقعات پر بھی پردہ ڈالتے ہیں کوئی انسے پوچھے بھلا یہ تو بتلاؤ کہ رسول عربی ؐ (فداہ نفسی) کی شروع میں حالت کیا تھی؟ کیا آپ اسوقت ایک غریب بیکس بے زر بے پر اور بے یار و مددگار انسان نہ تھے؟ جبکہ آپ کو خدا کی توحید اور اپنی رسالت کی دعوت کرنی پڑی کونسی تلوار اُس بیکسی کے وقت آپکے ہاتھ میں تھی جس کے خوف سے لوگوں نے آپکو مان لیا۔ تاریخ کو چھان مارو اور دیکھو کہیں ایک نظیر بھی ایسی مل سکتی ہے کہ جبر و اکراہ سے ماننے والوں نے وہ اخلاص وہ جان نثاری اور وہ استقامت دکھلائی ہو جو آنحضرت ؐ کے پیروؤں نے اپنے سے کہیں زیادہ زبردست جمعیتِ اعداء کے بالمقابل سینہ سپر ہونے میں دکھلائی۔ اسلام کو دشمن کے حملوں سے بچانیکی خاطر بھیڑ بکریوں کی طرح ذبح ہوئے اور خوشی خوشی

اپنے سر کٹوانے قبول کیئے۔ حضرت خالدؓ کا ذکر ہے کہ جب آپ بستر مرگ پر پڑے تھے۔ ایک دوست آپکی عیادت کو آیا تو اس نے آپکو۔ بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر روتے پایا۔ ایسے عدیم النظیر شجاع دعبری فدائے اسلام کو جان بحق ہوتے وقت اسطرح گریہ زاری کرتے دیکھکر دوست کو بڑی حیرت ہوئی اور پوچھا کہ اے خالد کیوں روتے ہو؟ تو آپ کیا فرماتے ہیں:-

"میرے جسم کو سر سے پیر تک دیکھو۔ کوئی چپہ بھی زخموں سے بچا ہوا نہیں۔ میں دشمنان اسلام کے ساتھ بیسیوں جنگوں میں لڑا اور بہت سے موقعوں پر ایسا ہوا ہے کہ گھمسان کی لڑائی میں جہاں گویا تیغ و تفنگ کا مینہ برستا تھا اور آدمی گھاس پات کی طرح کٹ کٹ کر گرتے تھے۔ شوق شہادت میں بے تحاشا گھسا چلا گیا ہوں کہ کسی طرح اسلام کی حمایت میں لڑتا ہوا جان دوں مگر افسوس میں جنگ کے میدان میں کام نہ آیا اور وہاں جام شہادت پینے کی بجائے اب اس بستر پر جان دے رہا ہوں"۔

یہ تھے حضرت خالدؓ کے خیالات۔ داعیٔ اجل کو لبیک کہتے وقت۔ حالانکہ آپنے رسول خداؐ کی مکی زندگی میں اسلام قبول بھی نہ کیا تھا بلکہ مدنی زندگی میں مسلمان ہوئے تھے جس کی نسبت ہمارے مسیحی مہربان خیال کرتے ہیں کہ اُسوقت اسلام بزور شمشیر پھیلایا جا رہا تھا۔ کیا عقل سلیم اس بات کو قبول کرتی ہے کہ جبر اور زبردستی کے ایمان میں یہ اخلاص یہ جان نثاری اور اس درجہ بڑھی ہوئی محبت کے پاک جذبات پیدا ہو سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ ہرگز نہیں۔ پھر جب اسلام میں جبر کا کچھ کام ہی نہیں تو رسول اللہؐ نے تلوار کا جہاد کیا ہی کیوں؟ بے شک یہ سوال قابل توجہ ہے مگر قرآن کریم اسے بڑی صفائی سے حل کر دیتا ہے۔ وہاں اسکے متعلق یہ ارشاد موجود ہے "اذن للذین یقتلون بانھم ظلموا وان اللہ علی نصرھم لقدیر۔ الذین اخرجوا من دیارھم بغیر حق ان یقولوا ربنا اللہ ؞ ولولا دفع اللہ الناس بعضھم ببعض لھدمت صوامع و بیع و صلوٰۃ و مساجد یذکر فیھا اسم اللہ کثیرا ؞ یعنی اجازت دیجاتی ہے انکو جنکے خلاف لڑائی کی گئی کیونکہ انپر ناحق ناروا ظلم کیا گیا اور خدائے تعالیٰ اُنکی امداد و نصرت پر قادر ہے)

اسلیئے کہ وہ اپنے گھروں سے بے خطا بے قصور نکالے گئے۔ اسکے سوا انکی کیا تقصیر تھی کہ وہ کہتے تھے کہ اللہ ہی ہمارا رب ہے۔ اور اگر اللہ لوگوں کو حفاظت خود اختیاری کی اجازت دیکر) ظالموں کو نہ روکے تو گرجے اور صومعے اور مسجدیں جہاں کثرت سے خدا کا نام لیا جاتا ہو غرض سب کی سب عبادت گاہیں مسمار و ویران ہو جائیں۔ خدائے تعالیٰ کا یہ کلام جس میں مومنوں کو دشمنان اسلام کے خلاف تلوار اُٹھانے کی اجازت دیگئی کھلی کھلی شہادت ہے اس امر کی کہ مسلمانوں نے اپنا دین پھیلانے کی غرض سے ہرگز تلوار نہیں اُٹھائی بلکہ محض اپنے بچاؤ اور مذہبی آزادی کی خاطر انہیں بحکم ضرورت و مجبوری ایسا کرنا پڑا تھا۔ ایک اور مقام پر قرآن مجید فرماتا ہے:۔ قاتلوھم حتیٰ لا تکون فتنۃ و یکون الدین کلمہ للّٰہ یعنی انسے لڑے جاؤ جب تک کہ فتنہ و فساد مٹ نہ جائے اور دین محض اللہ پاک کے لیئے نہ ہو جائے یعنی تا وقتیکہ کامل مذہبی آزادی حاصل نہ ہولے۔ اور دین کسی دباؤ یا خوف کے ماتحت نہ رہے بلکہ اللہ کے لیئے ہو اور سچی عقیدت و اخلاص کے ساتھ اس کا تعلق ہو۔

مذکورہ بالا بیان سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ اسلام مذہب کے بارہ میں جبر کو ہرگز روا نہیں رکھتا اور ابتداء میں جو غزوات مسلمانوں کو کرنے پڑے وہ صرف اپنی حفاظت اور مذہبی آزادی کی غرض سے تھے نہ کہ اور کسی غرض سے۔ ہاں بعد میں جب مسلمانوں کے سیاسی حالات و معاملات وسیع ہو گئے اُسوقت البتہ بعض موقعوں پر اپنے پولیٹکل حقوق کی خاطر یا اشاعت اسلام کے رستے سے روکاوٹیں دُور کرنیکی غرض سے بھی مسلمانوں کو جنگیں کرنی پڑیں۔ مثلاً ایسے علاقوں میں جہاں انکو توحید کا وعظ کرنیکی ممانعت تھی اور تنگدلی و تعصب کے سبب امور دین میں انکی مزاحمت کی جاتی تھی۔ تمام تاریخ اسلام کی ورق گردانی کرکے ایک واقعہ بھی ایسا پیش نہیں کیا جا سکتا جو اک فرد واحد کے ہی جبراً مسلمان کیئے جانیکی نظیر ہو۔ تو کیا یہ تعجب کی بات نہ ہو گی کہ مہدی کے ظہور کی غرض صرف غیر مسلموں اور منکروں کا قتل عام کرنا ہو۔ ایسے عقائد تو اسلام کے واسطے موجب شرم ہیں اور اسکے مقدس بانی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مبارک نام پر ایک دھبہ۔ انہی غلط اور بے بنیاد خام خیالیوں نے تو اس پاک اور بے عیب دین کو

اغیار میں بدنام کیا ہے لیکن حیرانی ہوتی ہے کہ ہمارے مخالف مولوی مُلّانے بڑی مشیخت اور بے باکی سے اِن ڈھکوسلوں کو ابھی تک اپنی تقریروں اور تحریروں میں دنیا کے سامنے پیش کیئے چلے جاتے ہیں۔ یہ حیرانی اور بھی بڑھ جاتی ہے جبکہ قرآن مجید میں ہم یہ پڑھتے ہیں :- لا ینھٰکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین ولم یخرجوکم من دیارکم ان تبروھم وتقسطوا الیھم۔ ان اللہ یحب المحسنین۔ یعنی اللہ تم کو اُن لوگوں کے ساتھ حسن سلوک اور عدل و انصاف سے پیش آنے کو منع نہیں کرتا جنہوں نے دین کے معاملہ میں تم سے لڑائی نہیں کی اور نہ تمھیں تمھارے گھروں سے نکالا۔ بلکہ وہ تو مہربانی و احسان کا برتاؤ کرنیوالوں کو دوست رکھتا ہے حاصل کلام یہ کہ قرآن پاک تو اس اعتقاد کو کہ دین بجبر پھیلایا جائے صاف صاف رد کرتا ہے اور چونکہ مہدی کے وقت قرآن معاذ اللہ منسوخ نہیں ہوجاتا اسواسطے ہمیں خونی مہدی کا باطل عقیدہ لامحالہ رد کرنا پڑتا ہے ؛

اس بودے اور بے بنیاد اعتقاد کی کمزوری قرآن مجید ہی سے ایک اور طرح بھی ظاہر ہوتی ہے۔ چنانچہ وہ یہود و نصاریٰ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ :- واغرینا بینھم العداوۃ والبغضاء الیٰ یوم القیامہ۔ یعنی ہم نے انکے درمیان بغض و عداوت پیدا کردی ہے جو تا قیامت رہیگی۔ پھر اس میں عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ یہ وعدہ الٰہی موجود ہے کہ وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الیٰ یوم القیٰمہ" یعنی میں تیرے ماننے والوں کو تیرے منکروں پر قیامت تک غالب رکھوں گا۔ ان دونوں آیتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہود اور نصاریٰ قیامت کے دن تک دنیا میں موجود رہیں گے۔ مگر مہدی کی نسبت یہ کہا جاتا ہے کہ وہ کسی کافر یا غیر مسلم کو زندہ نہ چھوڑے گا۔ جو کوئی قبول اسلام سے انکاری ہو اسی کو بے دریغ تہ تیغ کرڈالیگا۔ پس خونی مہدی کا عقیدہ ہر طرح لچر پوچ اور اصول اسلام کے خلاف ثابت ہوتا ہے۔ اور جب اسلام میں جبراً اپنا دین منوانے کی اجازت

ہی نہیں تو رسول اللہ ؐ کیونکر ایسے شخص کے ظہور کی خبر دے سکتے تھے جو اسلام کی پر امن تعلیمات کے خلاف زبردستی لوگوں کو مسلمان کرتا پھرے؟ مگر قطع نظر اس سے یہ بھی تو بحث طلب ہے کہ آیا فی الواقعہ آپؐ نے اس کی خبر دی بھی ہے یا نہیں؟ اوپر بخوبی ثابت کیا جا چکا ہے کہ مسیح و مہدیؑ دو جدا جدا شخص نہیں بلکہ ایک ہی موعود کے دو نام ہیں۔ اب ملاحظہ ہو کہ مسیح موعودؑ کے بارہ میں آنحضرت ؐ کیا فرماتے ہیں والذی نفسی بیدہٖ لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکماً عدلاً فیکسر الصلیب و یقتل الخنزیر و یضع الحرب یعنی قسم ہے اس ذات کی جسکے ہاتھ میں میری جان ہے کہ ضرور ایک وقت ایسا آنیوالا ہے جبکہ ابن مریم تم میں نازل ہوگا۔ وہ حکم عدل ہوگا۔ وہ صلیب کو توڑے گا۔ خنزیر کو قتل کریگا۔ اور لڑائی کو موقوف کردیگا۔ (صحیح بخاری)۔ بخاری شریف جو اصح الکتب بعد کتاب اللہ مشہور ہے یہ اس کی نہایت مستند حدیث ہے جو ہمیں بتلاتی ہے کہ مسیح موعودؑ مذہبی جنگوں کا خاتمہ کردیگا اور پُرامن وسائل سے اپنا کام کریگا۔ مگر مہدی اُس کے علاوہ کوئی دوسرا شخص نہیں تو یہ بات بالکل صاف و صریح طور پر ثابت ہو جاتی ہے کہ مہدیٔ معہود کا ظہور کسی جنگی اغراض کے لیئے ہرگز نہ ہوگا۔ بلکہ وہ امن کے ذرائع سے اسلام کو پھیلائیگا۔ لیکن اگر تھوڑی دیر کے واسطے یہ مان بھی لیں کہ مسیح اور مہدی دونوں الگ الگ ہیں۔ تب بھی مہدی کا خونی یا غازی ہونا کسی طرح قابل تسلیم نہیں ٹھیر سکتا۔ کیونکہ یہ ایک نہایت مضحکہ خیز بات ہوگی کہ مسیح موعودؑ تو سلسلہ قتال و جدال کو مٹانے میں جان توڑ کوشش کرتے ہوں اور انکے قوتِ بازو امام مہدی صاحب منکروں کے قتل عام سے ہنگامہ برپا کرتے پھریں۔ ماسوا اسکے بعض دلائل و شواہد اس بات پر بھی موجود ہیں کہ مہدی خونی نہ ہوگا۔ مثلاً ابن حجر کی ایک روایت ہے کہ مہدی خونریزی کوئی نہ کریگا۔ (دیکھو حجج الکرامہ)

غرض یہ خیال تو بالکل باطل ثابت ہوگیا۔ کہ مہدی کا ظہور کشت و خون کے واسطے ہوگا مگر یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب قرآن دین کے معاملہ میں جبر و سختی کی اجازت نہیں دیتا اور حدیث نبویؐ ایسے مہدیؑ کی خبر دیتی ہے جو جنگوں کا خاتمہ کردیگا تو پھر خونی مہدی کا عقیدہ پیدا ہی کیونکر ہوا اور مسلمانوں کی ایک کثیر جماعت نے اسے قبول کس طرح کر لیا؟

اسکے جواب میں یاد رکھنا چاہیئے جیسا کہ ہم پہلے بھی ایک سے زیادہ مرتبہ بتلا چکے ہیں کہ عوام الناس پیشگوئیوں کے صرف ظاہری الفاظ سے مطلب رکھتے اور اُسی پر اڑے رہتے ہیں۔ انکو مخفی حقائق کی تہ تک پہنچنے کی بالکل پروا نہیں کرتے۔ حالانکہ پیشگوئیاں اکثر متشابہات کی ذیل میں ہوتی ہیں۔ اور اسی لیئے عموماً محتاجِ تاویل۔ مگر بموجب نصِ صریح (وما یعلم تاویله الا الله) متشابہات کی تاویل سے بجز ذات باری کوئی آگاہ نہیں ہوتا۔ اسواسطے اگر پیشگوئی کو ہمیشہ الفاظ کے ظاہر پر محمول کیا جاوے اور آئندہ ظہور میں آنیوالے امور کی قبل از وقوع اپنی طرف سے تعیین کرلیجائے تو انسان غلط فہمی کی ٹھوکر کھاکر حقیقت سے کہیں دور جا پڑتا ہے۔ اسکی ایک بہت ہی صاف اور سیدھی مثال خود جناب مسیح ناصری کے واقعات میں موجود ہے کہ بنی اسرائیل کو بشارت دی گئی تھی کہ مسیح انمیں مبعوث ہوگا تو یہود کی ایک زبردست حکومت قائم کریگا۔ مگر جب آپ ظاہر ہوئے تو یہودی کیا دیکھتے ہیں کہ وہ تو اک محض کمزور و بیکس شخص ہے۔ اور یہود کے اغیار سے جنگ ٹھاننے کی بجائے پُرامن ذرائع سے اپنے مشن کا وعظ کرتا پھرتا ہے۔ خیال کرنا چاہیئے کہ انہیں (یہودیوں کو) ان خلاف توقع حالات سے کسقدر مایوسی ہوئی ہوگی۔ کیونکہ وہ تو ایسے مسیح کے منتظر تھے جو بلباس جنگجوئی آئے اور شمشیر بکف ہوکر اجانب کے سر قلم کرتا پھرے مگر یہاں ظاہر ہوا انکی امیدوں پر پانی پھیرنے والا ایک ایسا شخص جو بڑی بیکسی کے عالم اور مایوسی کے لہجہ میں یہ کہتا ہے کہ "لومڑیوں کے واسطے بھٹ اور پرندوں کے لیئے آشیانے موجود ہیں مگر ابن آدم کے واسطے سر چھپانے کا بھی ٹھکانہ نہیں" بالکل اسی طرح ہمارے مخالف مسلمان قوم مدتوں سے یہ آس لگائے بیٹھے تھے کہ مہدی ظاہر ہوگا تو غیر مسلموں کو قتل و غارت کرکے ایک زبردست اسلامی حکومت قائم کریگا۔ مگر مقدر یہ تھا کہ اپنے پیشرو یہود کی طرح یہ بھی اپنی من مانی مرادوں میں مایوسی کا مُنہ دیکھیں جیسا کہ احمد آخر زمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ظہور نے بروئے واقعات ثابت کردیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ دراصل ایسے الفاظ کی جنسے خوفناک محاربات۔ پُرہیبت خونریزیوں اور شاندار فتوحات کا نقشہ کھنچ جائے ضرورت تو اس خیال سے سمجھی گئی ہوگی کہ آنیوالے عظیم الشان مصلح کی عظمت لوگوں کے ذہن نشین ہو اور وہ اسکے پُرشوکت دور دورے اور بابرکت عہد کے مشتاق ہوجائیں مگر لوگ اپنی

ناسمجھی و جہالت کے سبب ایک بڑے بھاری دنیادار کے ظہور کی امیدیں لگا بیٹھے۔ اور چونکہ ایسے مہدی کے پیدا ہونے میں ہی انکو اپنی دنیاوی منفعت نظر آتی ہے۔ اسواسطے اور بھی انکی آنکھوں پر پردہ پڑگیا ہے۔ جس کے سبب وہ حقیقت الامر کو دیکھنے اور سمجھنے سے قاصر ہیں کیونکہ نرا ایک واعظ انکے لیئے کر کیا سکتا ہے۔ نہ وہ انکی مالی حالت سنوار سکے نہ سیاسی طور پر اُنہیں کچھ اُبھار سکے۔ مگر جو شخص شمشیر بکف ہو وہ باآسانی اُنہیں مالامال کر سکتا اور اُنہیں دنیا کا فرمانروا بنا سکتا ہے۔ یہ کچھ ہیں ان لوگوں کے ملحوظات وہ ایک لمحہ کے لیئے بھی اتنا نہیں سوچتے کہ تمام ربّانی ماموروں اور مرسلوں کی غایت بعثت اور انکے ظہور کا مقصد اعلیٰ ہمیشہ خلق اللہ کی روحانی اصلاح حال رہا ہے لیکن اگر وہ تلوار پکڑ کے قتل عام کرنے لگیں اور اپنی پہلی ہی آواز پر ایمان نہ لانے والوں کو تہ تیغ کر دیا کریں تو مخلوق کی اصلاح کیسے ہو سکتی ہے۔ کیونکہ روحانی اصلاح کے معنی تصفیۂ قلب اور تزکیہ نفس کے سوا اور کچھ نہیں مگر یہ دونوں باتیں زبردستی اور جبر سے حاصل ہو نہیں سکتیں۔ لہٰذا ایک مرسل یزدانی کے واسطے لوگوں سے اپنے معتقدات و خیالات منوانے کے لیئے تلوار اُٹھانا اس کے اپنے ہی مشن کی اغراض کے خلاف ہے۔ یہ سچ ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مہدیؑ کے متعلق کہیں کہیں قتل یا اس کے مرادف الفاظ بھی استعمال فرمائے ہیں۔ مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ مہدیؑ ضرور کُشت و خون ہی کریگا کیونکہ وہ بطور مجاز استعمال ہوئے ہیں نہ کہ برنگ حقیقت۔ اس کی اس بات سے اور بھی تصدیق ہو جاتی ہے کہ احادیث نبوی میں مہدیؑ کو ایک صلح پسند خادم اسلام ظاہر کیا گیا ہے۔ اس قسم کے الفاظ کا منشاء صرف یہ ہے کہ وہ مہدی موعودؑ ایسے براہین قاطعہ اور نشانات قاہرہ کے ساتھ ظاہر ہوگا کہ گویا مخالفین پر اس کے آسمانی حربوں سے موت ہی وارد ہو جائے گی۔ اس سے زیادہ اور کچھ مراد نہیں ✦

گوشوارہ آمد و خرچ صیغہ جات صدر انجمن احمدیہ دفتر محاسب بابت ماہ فروری ۱۹۱۷ء

تعلیم

آمد: چندہ	فیس مدرسہ	فیس بورڈنگ ہائی سکول	گرانٹ	ضمنی	اراضیات	[illegible]	کرایہ مکانات	متفرق	میزان	بقایا سابقہ	میزان	خرچ: عملہ	سائر متفرق	سامان	سامان درزی	[illegible]	بورڈنگ	[illegible]	سائر	وظائف	ضمنی	اراضیات	میزان خرچ	باقی
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

مدرسہ احمدیہ / تعمیر / امانت اندرونی

مدرسہ احمدیہ آمد: چندہ	[illegible]	فیس بورڈنگ	میزان	بقایا گذشتہ	ضمنی	عملہ	سائر	[illegible]	وظائف	کتب	میزان	فاضل	تعمیر آمد: چندہ	متفرق	میزان	بقایا گذشتہ	ضمنی	تعمیر خرچ: عملہ	[illegible]	میزان	فاضل	امانت اندرونی: آمد	بقایا سابقہ	میزان
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

اشاعت اسلام / بیت المال

اشاعت اسلام آمد: امانت	انگریزی	اردو	[illegible]	متفرق	کرایہ [illegible]	میزان	بقایا سابقہ	میزان کل	خرچ: عملہ	انگریزی	اردو	متفرق	میزان	باقی	بیت المال آمد: [illegible]	[illegible]	میزان	[illegible]	فاضل	عملہ	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	میزان	فاضل
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

مقبرہ / مساکین / یتامی / امانت اندرونی

مقبرہ آمد: [illegible]	وصایا	حصہ اول	[illegible]	متفرق	میزان	بقایا سابقہ	میزان	خرچ: [illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	میزان	باقی	مساکین: چندہ	[illegible]	میزان	بقایا سابقہ	میزان کل	یتامی: چندہ	[illegible]	[illegible]	وظائف	فاضل	امانت اندرونی
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

زکوٰۃ: آمد	بقایا تعلیم	میزان	وظائف	متفرق	میزان	باقی
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

متفرقات: آمد					خرچ								مستقل فنڈ
[illegible]	فیس بورڈنگ	فیس ملازمین	[illegible]	میزان	[illegible]	فیس	دفتر سکرٹری	دفتر محاسب	دفتر ناظر	[illegible]	میزان	فاضل	
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

بورڈران ہائی: آمد	متفرق	میزان	بقایا تعلیم	میزان	خرچ: خورد و نوش	فیس	متفرق	میزان	باقی
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

بورڈران احمدیہ: آمد	متفرق	میزان	بقایا تعلیم	میزان	خرچ: خورد و نوش	فیس	متفرق	میزان	باقی
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

بقایا صیغہ جات یکم مارچ ۱۹۱۷ء

تعلیم	۱۱	۶	۱۲۸۳۴
اشاعت	۵	۸	۳۸۸۰
مقبرہ	۰	۳	۱۲۵۲۴
بورڈران ہائی	۹	۱۱	۳۶۴
〃 احمدیہ	۰	۳	۲۲۰
ساکین	۵	۵	۲۹۸۰
زکوٰۃ	۱۱	۱۰	۴۳۱
امانت اندرونی	۰	۹	۴۲۱۳
〃 بیرونی	۰	۰	۶۱
مستقل فنڈ	۶	۲	۳۹۱۴
میزان	۱۱	۱۲	۴۱۴۲۴
منہائی فاضل	۱۰	۹	۲۹۰۵۵
باقی	۱	۳	۱۲۳۶۹
منہائی پیشگی	۰	۱	۱۱۷۱۸
باقی نزد امین	۱	۲	۶۵۱

فاضل صیغہ جات یکم مارچ ۱۹۱۷ء

مدرسہ احمدیہ	۳	۷	۱۰۶۹۶
بیت المال	۰	۳	۱۲۷۷۲
متفرقات	۰	۱	۲۴۸۸
یتامیٰ	۴	۱۲	۱۱۹۰
تعمیر	۳	۲	۱۹۰۸
میزان	۱۰	۹	۲۹۰۵۵

پیشگی صیغہ جات یکم مارچ ۱۹۱۷ء

مدرسہ احمدیہ	۰	۰	۶۰۰
تعلیم	۰	۱	۱۵۶۰
بیت المال	۰	۰	۷۸۹۵
مقبرہ	۰	۰	۴۲۰
اشاعت	۰	۰	۳۵۰
متفرقات	۰	۰	۸۴۳
تعمیر	۰	۰	۵۰
میزان		۱	۱۱۷۱۸

خلیفہ رشید الدین
محاسب

محمد اشرف
[illegible]

عربی قاعدہ یسرنا القرآن مکمل

یہ قاعدہ کچھ دنوں سے فروخت ہوگیا تھا۔ اور پھر چھپنے تک اکثر لوگوں کی درخواستیں بلا تعمیل پڑی رہنے سے شائقین قرآن مجید کو بڑی تکلیف اٹھانی پڑی۔ اب خدا کے فضل سے چھپکر دفتر میں پہنچ گیا ہے۔ اسلیئے وہ لوگ جو قرآن شریف پڑھانے کی خاطر اس بے نظیر قاعدہ کو خریدنا چاہتے ہیں وہ جلد درخواستیں بھیجدیں۔ اخراجات کے متعلق یہ عرض ہے کہ کاغذ کی سخت گرانی ہے آج ایک سال پہلے کی نسبت کاغذ کی قیمت اڑھائی تین گنے کے قریب زیادہ ہوگئی ہے۔ چنانچہ سنہ ۱۹۱۳ء میں دس ہزار قاعدہ کے سارے اخراجات چھ سو روپیہ کی منظوری تھی لیکن اب صرف کاغذ پر ساڑھے چھ سو روپیہ خرچ آیا ہے۔ دیگر اخراجات لکھائی چھپائی وغیرہ علاوہ ازیں ہیں۔ اسلیئے اس دفعہ قاعدہ کی قیمت بجائے ۲ ؍ کے ۳ ؍ رکھنی پڑی ہے جو اس قاعدہ کی خوبیوں کے مقابل زیادہ نہیں ؎

ملنے کا پتہ :۔ دفتر میگزین قادیان ضلع گورداسپور

ضرورت

دفتر میگزین کے لیئے جنوری سنہ ۱۹۰۶ء کے انگریزی پرچہ کی ضرورت ہے۔ کسی دوست کے پاس جسقدر کاپیاں ہوں۔ وہ عطا فرمادیں اور چاہیں تو انکے عوض ریویو کے جس پرچہ یا کتاب کی ضرورت ہو وہ لے لیں۔ یا قیمت لے سکتے ہیں ؎

(مینیجر میگزین قادیان)

ڈاکٹر کی ہدایت

نوبتی بخار، سخت زکام اور ہلکی قسم کے طاعون کیلیئے باٹلی والا کا ایگیو مکسچر بڑی بوتل یا بخار کی گولیاں قیمت عہ ؍ باٹلی والا کا بلمرت بچوں اور کمزور اشخاص کیلیئے مقوی قیمت عہ ؍ باٹلی والا کی اصلی کونین کی ٹکیاں ایک اور دو گرین کی گولیوں کی بوتل باٹلی والا کا ایگیو مکسچر چھوٹی بوتل قیمت ۸ ؍ کالرا پل۔ ہیضہ دستوں اور قے کے واسطے قیمت عہ ؍ دانتوں کا منجن قیمت ۴ ؍ مقوی گولیاں زرد رنگ اور کمزور اعصاب کیلیئے قیمت عہ ؍ داد کا مرہم۔ داد اور خارش کیلیئے قیمت ۴ ؍ یہ ادویہ ہندوستان میں سب جگہ فروخت ہوتی ہیں۔ نیز ڈاکٹر ایچ۔ ایل۔ باٹلی والا اینڈ سنز ورلی کلمو لیبوریٹری بمبئی سے مل سکتی ہیں ؎

رجسٹرڈ نمبر ایل ۱۰۲۷

جس کا درد وہی جانتا ہے

Digitized by Khilafat Library

دوسرا کیونکر جان سکتا ہے

یوں تو کوئی ایسا مرض نہیں جسکی تکالیف سے مریض نالاں اور پریشان نہ ہو مگر دمہ کے مریض خاصکر دمہ کے ناقابل برداشت تکلیف سے واقعی بہت ہی پریشان ہوتے ہیں۔ اور رات دن سانس پھولنے کی وجہ سے دم نکلے جاتے ہیں۔ اور نیند حرام ہو جاتی ہے۔ دیکھئے آج تک کس قدر تکلیف ہے لیکن افسوس ہے کہ اس کا علاج مرض کی بازاری دوا زیادہ تر نیشلی اشیاء اور دھتورہ بھنگ بلاڈونا پوٹاس ای او ڈائڈ وغیرہ مبنی ہیں۔ اس لئے فائدہ ہوا تو درکنار مریض بے موت مارا جاتا ہے ڈاکٹر برمن کی کیمیائی اصول سے بنی ہوئی دمہ کی دوا ایک انمول جوہر ہے یہ صرف ہماری ہی بات نہیں ہے بلکہ ہزاروں مریض اس مرض سے شفا پاکر مداح ہیں۔ آپنے بہت خرچ کیا ہوگا لیکن ایک مرتبہ اسے بھی آزمالیں۔ اسمیں نقصان نہیں قیمت عہ فی شیشی محصولڈاک ۵ر اس دوا کے دو خاص فائدہ ہیں (۱) ایک خوراک میں آرام دیتا ہے (۲) اور کچھ روز استعمال سے جڑ سے جاتا ہے اور جبتک استعمال میں ہے دورہ نہیں ہوتا ہے۔ دیکھئے جناب بابو کالکا پرشاد صاحب موضع کھروسا ضلع جالون کیا لکھتے ہیں۔ آپکی دمہ کی دوا نے مجھے اسقدر صحت پہنچائی ہے کہ آپکے احسان اور دمہ کے دوا کی تعریف نہیں کر سکتا ؎

فصلی بخار و تلی کی دوا

فصلی بخار اور تلی کے لیئے یہ ایک ہی دوا ہے

آجکل سیکڑوں اشتہار فصلی بخار و تلی کے دوا کا آپ دیکھتے ہونگے انمیں عموماً کونین رہتی ہے۔ اسلیئے یہ دوائیں بخار کو کچھ وقت تک روک دیتی ہے لیکن آرام نہیں کر سکتی ایسے بخار کے لیئے ڈاکٹر ایس کے برمن کی فصلی بخار کی دوا چند روز میں ایکدم آرام کرنے کا دعویٰ رکھتی ہے اور عوام کا فائدہ مدنظر رکھکر قیمت بھی کم رکھی گئی ہے اسمیں تین خاص صفتیں ہیں (۱) یہ ملیریا کے کیڑوں کو ماردیتی ہے اسلیئے چار پانچ خوراک کے استعمال سے بخار کا آنا بند ہو جاتا ہے (۲) یہ خون کو گاڑھا کرتی ہے اور اسکی خرابیوں کو مٹاتی ہے (۳) یہ تلی کو گلا دیتی ہے قیمت فی شیشی ۱۲؍ شیشی خورد ۸؍ محصول ڈاک ۵ر دو شیشی ۶ر۔

کلورو ڈائین

یہ انگریزوں کی ایک خانگی دوا ہے۔ ریاحی درد و مروڑ خواہ کسی صورت کے ہو اسکی ایک ہی دو خوراک سے جاتی ہے۔ اور دست اور پیچش کیلیئے یہ نہایت مفید ہے۔ ڈاکٹر برمن نے انگلینڈ کے ایک نامی دواخانہ سے بنوایا ہے اور دیگر کلورو ڈائن سے کہیں بہتر ہے اسلیئے بازاری کلورو ڈائن کو نہ خرید کر اس کلورو ڈائن کو خریدیں قیمت ۶ر اور ایک درجن کے چار روپے محصولڈاک ۵ر

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۶۹۵ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

باہتمام شیخ محمد نصیب مینجر دی ضیاء میگزین پریس قادیان میں چھپکر شائع ہوا ہے ؎

آؤ لوگو کہ یہیں نور خدا پاؤ گے ٭ لو تمہیں طور تسلی کا بتایا ہمنے

Digitized by Khilafat Library

ریویو آف ریلیجنز

یعنی

دنیا کے مذاہب پر نظر

جلد ۱۶ اگست ۱۹۱۷ء نمبر ۸

مطابق شوال المکرم ۱۳۳۵ھ

ایڈیٹر مولوی شیر علی

فہرست مضامین

قرآن کریم ۲۹۷-۳۰۵

مسیح موعودؑ کے کام پر ایک سرسری نظر ۳۰۵-۳۱۲

احمدیوں اور غیر احمدیوں میں فرق ۳۱۲-۳۲۶

گوشوارہ ۳۲۷-۳۲۸

اطلاع ضروری

وہ احباب جو جلسۂ احمدیہ کانفرنس میں شامل تھے۔ ابھی تک اپنے اُس قرضہ سے سبکدوش نہیں ہوئے۔ جو دس دس خریدار بہم پہنچانے کا اُن کے ذمہ ہے۔ دفتر میگزین سے عنقریب تمام سکرٹری صاحبان کی خدمت میں استصوابی کارڈ ارسال ہونے والے ہیں سکرٹری صاحبان کو چاہیئے۔ کہ پہلے سے اس امر کی کوشش کریں۔ کہ جب سے یہ رسالہ جاری ہوا ہے۔ کون کون صاحب اس کے خریدار تھے۔ اور کون کون اُن میں سے ابھی خریدار ہیں۔ کن کن نے رسالہ بند کیا۔ اُن کی کیا کیا شکائتیں ہیں۔ آیا دفتر کی شکایتوں کو وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشاد پر ترجیح دیتے ہیں۔ جو فرماتے ہیں۔ کہ اِس رسالہ کے لئے دس ہزار خریدار پیدا ہونا چاہیئے؟ (مینجر)

اسے ضرور ملاحظہ فرمائیں

اکثر احباب خط و کتابت کے وقت اپنا نمبر خریداری جو چِٹ میں اُن کے نام کے ساتھ چھپا ہُوا ہوتا ہے۔ نہیں لکھتے۔ جس سے ایک تو تعمیل میں توقف ہوتا ہے۔ دوسرے بعض اوقات پرچہ بوجہ نہ تبدیل ہونے صحیح پتہ کے غلط پتہ پر جاتا رہتا ہے۔ جس سے ایک طرف دفتر کا نقصان دوسری طرف خریدار کو پرچہ نہ ملنے پر بدظنی کا احتمال۔ لہٰذا تاکیداً عرض کیا جاتا ہے۔ کہ ایک بار کے لکھنے کو کافی سمجھ کر آئندہ خط و کتابت کے وقت نمبر خریداری ضرور لکھا کریں ۔

مینجر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

قرآن کریم

(صاحبزادہ مرزا بشیر احمد ایم۔اے کے ایک انگریزی مضمون سے ترجمہ کیا گیا)

میرا ارادہ ہے و باللہ التوفیق کہ وقتاً فوقتاً قرآن کریم کے بعض حصوں کو تشریح کے ساتھ لکھوں۔ میرا مقصد اس سلسلۂ مضامین سے یہ ہے۔ کہ میں مغربی دنیا کے سامنے قرآن کریم کے چند حصص بطور نمونہ پیش کروں جس سے وہ خود اندازہ لگا سکیں۔ کہ قرآن کریم روحانیات میں کس منزلت و پایۂ کا رہنما ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں۔ کہ بہت سے یوروپین مترجموں نے قرآن کریم کا انگریزی اور دوسری زبانوں میں ترجمہ کیا ہے۔ مگر بدقسمتی سے یا تو بسبب بیجا تعصب یا انکے عربی زبان سے عدم واقفیت کے وہ بہت سی فاش غلطیوں کے مرتکب ہوئے ہیں۔ مدعا اس سلسلۂ مضامین سے یہ ہے کہ قرآن کریم کی بعض خوبیاں ناظرین کے سامنے پیش کیجاویں۔ ابتدا اس سلسلہ کی قرآن کریم کی افتتاحی سورۃ سے کرتا ہوں۔ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ ۝ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ ۝ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ ۝

شروع کرتا ہوں۔ اللہ کے نام سے جو رحمٰن رحیم ہے۔ سب حمد اللہ ہی کیلئے ہے جو تمام جہانوں کا

رب ہے۔ رحمٰن۔ رحیم ہے۔ جزا و سزا کے وقت کا مالک ہے۔ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔ ہمیں سیدھی راہ پر چلا۔ ان لوگوں کی راہ پر جن پر تو نے انعامات کئے۔ جو تیرے غضب کے نیچے نہیں آئے اور نہ گمراہ ہوئے۔ اس سورۃ کو بعض اوقات ام الکتاب بھی کہتے ہیں۔ جس کے لفظی معنی کتاب کی ماں کے ہیں۔ یہ نام اسے اس لیئے دیا گیا ہے۔ کہ دراصل باقی حصہ قرآن کریم کا اس سورۃ کریمہ کی تفسیر اور شرح ہے۔ اس سورۃ میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو سیدھے راستے پر چلنے کے لیئے دعا سکھلاتا ہے۔ اور اگلی سورۃ کریمہ سے ظاہر ہے۔ کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے شرف قبولیت عطا فرمایا ہے۔ جیسے فرماتا ہے ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝ یہ ایسی کتاب ہے جس میں کوئی شک و شبہ نہیں۔ اور یہ متقیوں کے لیئے ہدایت ہے۔ اسی لیئے قرآن شریف میں مختلف مقامات پر انبیائے سابقین علیہم السلام کی زندگیوں کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔ تاکہ لوگوں پر یہ ظاہر ہو جاوے کہ کس راستہ پر چلنے سے انبیائے سابقین اور صلحائے اسلاف رب العالمین کے انعامات و اکرامات اور افضال کے مورد ہوئے اور تا یہ بھی ان پر مخفی نہ رہے۔ کہ کس طرح دشمنان خدا نے اپنی بدکرداریوں کی وجہ سے خدا کے غضب کو اپنے اوپر بھڑکایا۔ یہ گویا اس دعا کے جواب میں ہے۔ کہ اهدنا الصراط المستقيم ..... ولا الضالين۔ اور چونکہ خدائے تعالیٰ کا سب سے زیادہ مقرب و محبوب انسان پیغمبر اسلام تھا۔ اور اسکے سب سے بڑے دشمن بانیٔ اسلام کے مخالف تھے۔ اس لیئے خصوصیت کے ساتھ قرآن کریم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات اور تعلیم اور آپ کے مخالفوں کی بدافعالیوں اور بدکرداریوں کو بیان کرتا ہے ؎

مندرجہ بالا بیان سے یہ بھی پتہ لگ گیا ہوگا کہ کیوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ فاتحہ کو شروع میں رکھا حالانکہ وہ سب سے پہلے نازل نہ ہوئی تھی۔

اس سورۃ کریمہ کی پہلی آیت بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ایک مشہور دعا اسلامی ہے جو کہ ہر کام کے شروع میں پڑھی جاتی ہے یہ دعا خدائے تعالیٰ کی دو صفات رحمانیت اور رحیمیت پر جو انسان اور اس کے خالق کے تعلق کی کامل تصویر ہیں مشتمل ہے۔ **اللہ** صرف خدائے تعالیٰ کے لیئے ہی مخصوص ہے۔ اور کسی دوسری شے کے لیئے اس کا اطلاق صحیح نہیں ؎

لفظ رحمٰن خدائے تعالیٰ کی رحمت عامہ پر دلالت کرتا ہے۔ تمام وہ انعام جنمیں اعمال کو دخل نہیں اور جو اللہ تعالیٰ نے تمام بنی نوع کو بلا محنت اور بلا مبادلہ محض بخشش اور فیاضی سے مرحمت فرمائے ہیں۔ وہ سب صفت رحمانیت کے ذیل میں آتے ہیں۔ اور لفظ رحیم نیکی پر بہترین بدلے اور بڑے سے بڑے اجر دینے کو ظاہر کرتا ہے ؛

خدائے تعالیٰ نے ہمیں سکھلایا ہے۔ کہ ہم صفت رحمانیت کی طرف اپنی تمام ضروریات کے پورا ہونے کے لیئے نگاہ رکھیں اور پھر اپنی محنت کے بہترین ثمرہ کے لیئے صفت رحیمیت سے فائدہ اُٹھانے کی طرف متوجہ ہوں۔ قرآن کریم جو کہ مخلوق کے لیئے سچا رہنما ہے۔ صفت رحمانیت کا نتیجہ ہے اور اسلیئے اسکو پہلے لایا گیا ہے۔ وہ نتائج جو ہدایت پر عمل پیرا ہونیسے حاصل ہوتے ہیں ان کا انحصار موخرالذکر صفت (رحیمیت) پر ہے ؛

دوسری آیت اس سورۃ میں اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ہے۔ لفظ رب صرف کسی چیز کی پرورش کرنے اور ترقی دینے کو ہی ظاہر نہیں کرتا بلکہ اس چیز کے پیدا کرنے کو بھی ظاہر کرتا ہے۔ پس خدائے تعالیٰ سب اشیاء کا پیدا کنندہ بھی ہے اور ہر ایک چیز کو وجود میں لاکر اسے بتدریج ترقی کی منازل میں سے گذار کر کمال تک پہنچانے والا اور ہر منزل میں اس کی نگہداشت کرنے والا ہے۔ لفظ رب اور عیسائیوں کے مشہور لفظ اَبْ میں لطیف فرق ہے اَبْ کے معنے صرف باپ کے ہیں مگر رب کے معنے پیدا کرنے والے۔ پالنے والے مناسب حال بتدریج ادنیٰ حالت سے اعلیٰ حالت کی طرف لے جانیوالے کے ہیں۔ بے شک وہ تعلق جو کہ ایک بیٹے کو اپنے باپ سے ہوتا ہے وہ بہت بڑا ہے۔ مگر جب وہ تعلق اس تعلق کے مقابلہ میں جو کہ ایک انسان کو اپنے پیدا کرنے والے۔ پالنے والے اور ترقی دینے والے سے ہے۔ لایا جاوے تو اس کی کوئی حقیقت نہیں رہتی۔ ایک باپ کا اپنے بیٹے سے صرف اتنا تعلق ہوتا ہے کہ وہ اس کو وجود اور ہستی میں لانے کا ایک ذریعہ ہوا ہے۔ مگر لفظ رب اس سے بہت بڑے تعلق کو ظاہر کرتا ہے۔ ایک دفعہ ایک میدان جنگ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت کی طرف جو کہ دیوانوں کی طرح اِدھر اُدھر بھاگ رہی تھی اپنے صحابہؓ کو متوجہ کیا۔ وہ عورت بعض بچوں کے پاس جاتی اور کچھ ٹھیر کر پھر وہاں سے روتی اور چلاتی بھاگ جاتی۔

بیچاری عورت اپنے بچے کی تلاش میں دیوانہ وار پھر رہی تھی اچانک اس نے اپنے بچے کو دیکھا۔ کہ وہ زمین پر پڑا ہوا ہے۔ وہ ایک شیرنی کی طرح اپنے بچہ کی طرف لپکی اور اسکو چھاتی سے لگالیا۔ اور بے اختیار اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کا دریا جاری ہوگیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو فرمایا۔ کہ سنو وہ محبت جو کہ خدائے تعالیٰ کو اپنے بندوں سے ہے وہ اس محبت سے کہیں بڑھکر ہے جو کہ اس عورت کو اپنے بیٹے سے ہے۔ یاد رہے کہ ماں کی محبت باپ کی محبت سے بہت زیادہ ہوتی ہے۔ پس مسلمانوں کا رب عیسائیوں کے اَبْ کی نسبت زیادہ محبت کرنیوالا اور اپنے بندوں پر بہت زیادہ شفقت اور مہربانی کرنے والا ہے۔ عالمین ایک جامع لفظ ہے۔ جس میں تمام اجرام سماویہ و ارضیہ ہی شامل نہیں۔ بلکہ تمام بنی نوع انسان اور انکی اقوام اور نسلیں اور پھر ارواح اور مادہ سب داخل ہیں۔ پس اسلام کا خدا خالق روح و مادہ ہے۔ نیز عالمین کا لفظ اسلام کے عالمگیر مذہب ہونے کی طرف بھی اشارہ کرتا ہے۔ یہ آیت شریفہ ہمیں سکھلاتی ہے۔ کہ تمام تعریفیں اس ذات واحد کے لیئے ہی ہیں۔ گو انسان ظاہرا بہت سی چیزوں کو وجود میں لانیکا باعث ہوتا ہے مگر حقیقت میں تمام تعریفوں اور ستائشوں کا مالک وہی ہے۔ کیونکہ اس نے انسان کو تمام ایسے قویٰ عطا فرمائے ہیں۔ جن سے انسان بعض چیزوں کو وجود میں لانیکا ذریعہ ہوتا ہے اس آیت کریمہ میں انسان کے لیئے ایک عظیم الشان سبق ہے۔ کہ وہ خدا کو بعد اسکے کہ اس نے کوئی بڑی کامیابی حاصل کی ہے فراموش نہ کردے۔ جیسا کہ اکثر لوگ کرتے ہیں ؛

جب انسان کوئی بڑا کام کرتا ہے تو ۹۹ فیصدی ایسا دیکھا گیا ہے۔ کہ تمام خوبی کا مستحق اپنے آپ کو قرار دیتا ہے اور خدائے تعالیٰ کو بالکل بھول جاتا ہے جو کہ درحقیقت اس تمام کام کو کرنے والا اور بہم پہنچانے والا ہے اس آیت شریفہ میں خدائے تعالیٰ یہ سکھلاتا ہے کہ ہم اپنی زندگی کی تمام کامیابیوں اور فلاحوں میں خدائے تعالیٰ کو نہ بھولیں جو کہ اصل میں اس فلاح و کامیابی کا منبع ہے اور وہی ذات ہے جس نے ہمیں طاقت عطا فرمائی کہ ہم اپنی مشکلات پر غالب آویں اور کامیابی حاصل کریں ؛

اگلی آیت اس تمام مضمون کو ایک مسلم کے خوب ذہن نشین کرتی ہے وہو ہٰذا الرحمٰن الرحیم۔ جس سے ظاہر ہے۔ کہ گو انسان بعض اوقات بعض شاندار کامیابیوں کو حاصل کرتا

ہے۔ مگر اس کو ہر وقت یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ اسکی تمام ترقیوں اور تمام کامیابیوں کا دارومدار کامل طور پر خدا کی صفت رحمانیت پر ہے جس نے اسکو یہ توفیق عطا فرمائی۔ کہ وہ اس کامیابی کو حاصل کرسکے۔ اس کے علاوہ خدائے تعالیٰ اس کے لیئے رحیم بھی ہوا جس نے اسکی محنت اور مشقت پر اسکو عظیم الشان جزاء دی۔ کیونکہ بعض اوقات ایسی مشکلات پیش آجاتی ہیں جو تمام کوشش اور محنت کو برباد و تباہ کر دیتی ہیں ✦

اگلی آیت کریمہ مٰلِکِ یَوۡمِ الدِّیۡنِ ہے (جزا و سزا کے وقت کا مالک) مالک کا لفظ اللہ تعالیٰ کے جزا و سزا دینے اور دنیاوی ججوں کے انصاف کرنے میں ایک بیّن اور صاف فرق کر دیتا ہے۔ دنیاوی جج ایک جج ہی ہے نہ کہ مالک۔ اس لیئے وہ کوئی رحم نہیں دکھلا سکتا اور نہ معاف کر سکتا ہے۔ مگر خدائے تعالیٰ خالق و مالک ہے۔ اگر وہ نیکوں کو بڑھ چڑھ کر انعام دے اور بدوں کو بعض وجوہات سے معاف کر دے۔ تو اس پر بے انصافی کا الزام نہیں آسکتا ✦

خدائے تعالیٰ کی ان صفات کے بعد دعا کرنے والا اپنے اندر ایک عظیم الشان تغیر محسوس کرتا ہے اور وہ خدائے تعالیٰ کو گویا کہ اپنی آنکھوں سے دیکھنے لگ جاتا ہے۔ عموماً ایسا ہوتا ہے۔ کہ جب کوئی انسان کسی خاص صفات کو یاد کرتا ہے۔ تو اس موصوف ذات کی ایک تصویر اس کی آنکھوں کے سامنے پیدا ہو جاتی ہے۔ یہی صورت یہاں ہے۔ یہاں تک تو خدائے تعالیٰ کا ضمیر غائب میں ذکر کیا گیا ہے۔ مگر اس کے صفات کی دلچسپ تشریح نے ایک حیرت انگیز تغیر پیدا کر دیا۔ اور ناگہاں دعا کنندہ اپنے آپ کو رب العالمین کے حضور میں پاتا ہے اور پورے اعتماد اور بھروسے سے بے اختیار کہہ اٹھتا ہے اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ یعنی اے خدا ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تیری مدد کے بغیر کچھ نہیں کر سکتے۔ لفظ عبادت کا مفہوم اسلامی اصطلاح میں یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے اقرار کے ساتھ اس سے کامل محبت اور اسپر پورا بھروسہ اور اس سے کامل خوف کیا جاوے اور اس کے سامنے کمال درجہ کی فروتنی اختیار کی جاوے۔ اور اسکی کامل تعظیم کی جاوے مگر اتنی محبت۔ فروتنی و عاجزی کرنا کوئی معمولی امر نہیں ہے۔ دنیا نیک اور بد اثرات کا